تعلیماتِ اسلام کا علمبردار دینی وعلمی ماہنامہ
الحق
سرپرست
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہ
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان
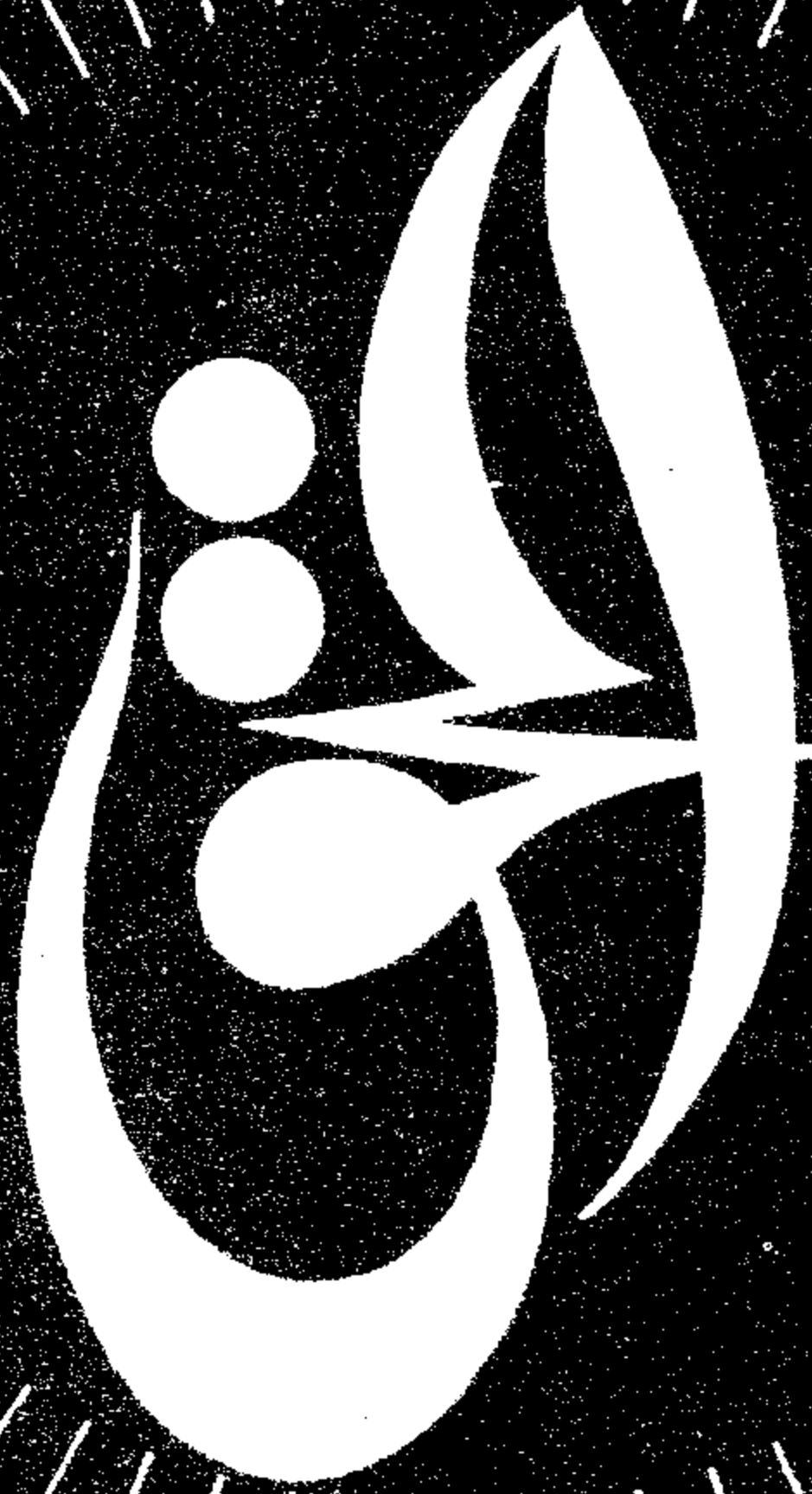
پی این ایس سی کے لئے
قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ
ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

اب جبکہ پی این ایس سی کے جہاز دنیا کے تمام بڑے بندرگاہوں میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں ہم اپنی کارکردگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑ سکتے ہمیں اپنے تمام تر وسائل اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قوم کو بہتر سے بہتر خدمت فراہم کرنا ہے

اس مقصد کے حصول کیلئے ہم پوری لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ ہونے کے اعزاز نے ہمیں ایک ایسا ولولہ بخشا ہے جس نے قوم کی طرف سے عائد کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ہمیں کامیاب کیا ہے

Paragon ● PNSC-15

(PID Islamabad)
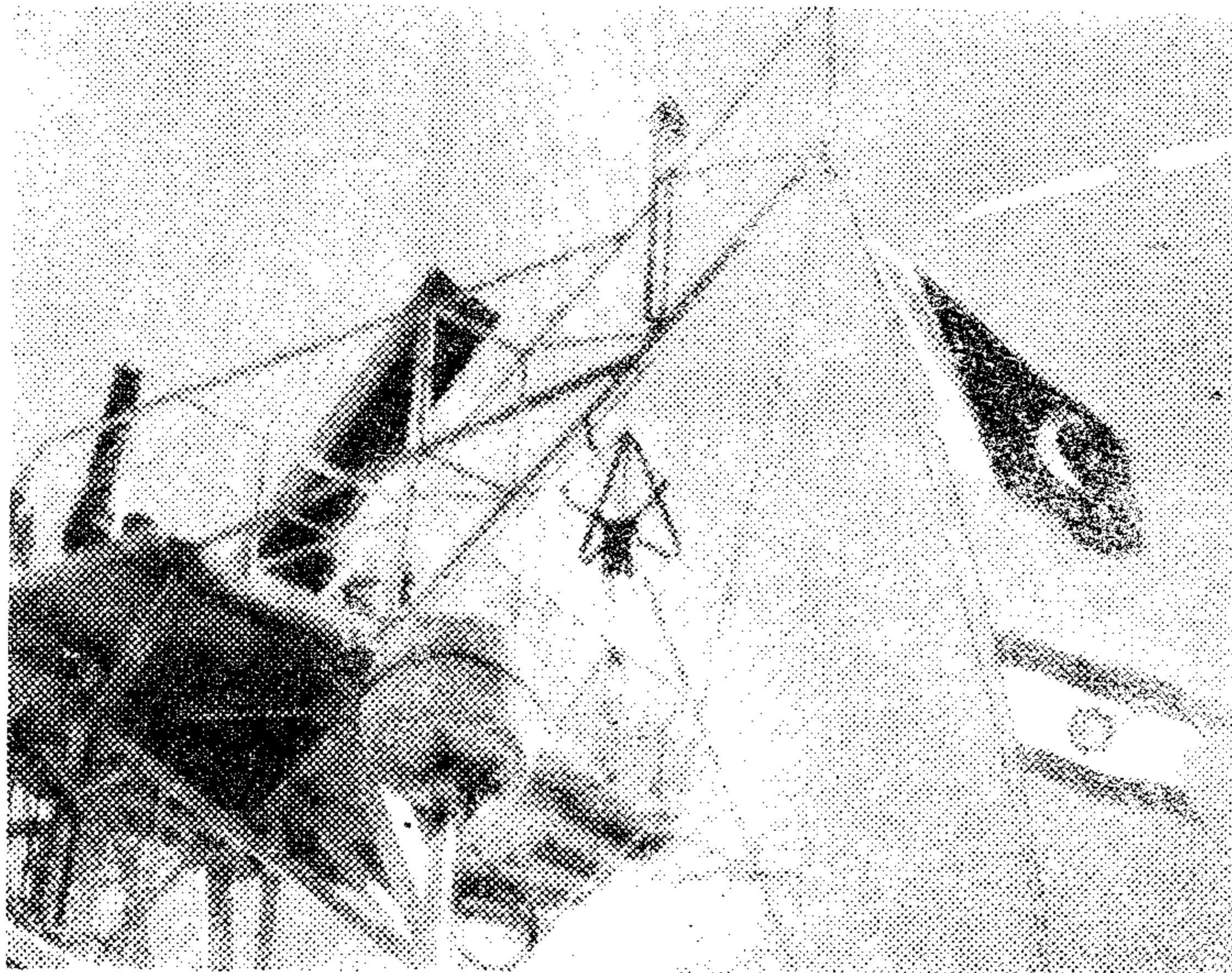
اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

فون نمبر ڈائرکٹ سسٹم 340 — 052317
341
342

جلد نمبر ۲۱
شمارہ نمبر ۱۱
ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ
اگست ۱۹۸۶ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

نقشِ آغاز —— (متحدہ شریعت محاذ)	سمیع الحق	۲
صحبتے با اہلِ حق (مجلس شیخ الحدیث)	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ	۹
متاع یا "متعہ، طلاق" پر ایک تحقیقی نظر	مولانا شہاب الدین ندوی	۱۳
اسلام - قربانی اور جان نثاری کا مذہب	مولانا سمیع الحق	۳۱
سینٹ میں مرزائیت کا تعاقب	مولانا سمیع الحق	۳۹
مولانا عبدالحلیم زروبویؒ	مولانا عبدالقیوم حقانی	۴۳
۱۸۵۷ء کا ایک فراموش غدار	علی ارشد	۴۹
ولی خان اور قادیانیت	ابو عمار قریشی	۵۴
مجدد الف ثانی کی تعلیمات	ماسٹر محمد عمر	۵۷
بڑا بھائی	شاہ بلیغ الدین	۶۱

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	۴۰/- روپے	بیرون ملک	بحری ڈاک	چھ پونڈ
فی پرچہ	چار روپے	بیرون ملک	ہوائی ڈاک	دس پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

۹ ستمبر کو ۴ بجے ظہر پشاور (نمک منڈی) کی جامع مسجد میں متحدہ شریعت محاذ کا ایک جلسۂ عام ہوا جس میں اجتماع کے مہمانِ خصوصی مولانا سمیع الحق نے مختصر خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعض حصے جو اس وقت نوٹ کر لئے گئے تھے نذرِ قارئین ہیں۔

"ادارہ"

خطبۂ مسنونہ کے بعد۔

حضراتِ گرامی، بزرگو اور دوستو! یہ حسنِ اتفاق اور تحریکِ نظامِ شریعت کی برکتیں ہیں کہ آج مسجد میں اندر اور باہر کہیں پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں۔ یہ عظیم الشان جلسہ حسنِ اتفاق سے منعقد ہوا ہے ورنہ میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ آج پشاور کے علماء، دار العلوم کے فضلاء، اور مختلف مکاتبِ فکر کے زعماء کی خصوصی میٹنگ بلائی جائے جس میں متحدہ شریعت محاذ کے کارکنوں کیلئے کام کرنے کے بارے میں باہمی مشورہ کیا جائے ــــ مجھے معلوم نہ تھا کہ اتنے بڑے جلسہ کا انعقاد ہوگا۔ اب جب دوستوں نے کل سے میٹنگ کی بجائے جلسہ کے انعقاد کا فیصلہ کر لیا۔ تو خدا تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا۔ آپ حضرات کی اس قدر بڑے پیمانے پر حاضری، جوش اور خلوص اور آج کا یہ کامیاب جلسہ بغیر کسی تیاری کے اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی نظامِ شریعت سے وابستگی مضبوط اور اٹوٹ ہے۔

میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل اور اس کا وجود اور نفاذِ شریعت کا تحریک کیوں ضروری ہے اور موجودہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سیاسی صورتِ حال کے پیشِ نظر اس کی اہمیت مزید کیوں بڑھ جاتی ہے ــــ۔

محترم بزرگو! آپ جانتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہر مسلمان کے ذمہ ایک لازمی فریضہ ہے، مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر باطل نظام اور دنیا کے ہر باطل آئین سے ٹکرائے اور اسے تہس نہس کرکے اس کی جگہ صالح انقلاب برپا اور اسلامی نظام قائم کرے۔ پھر قرآن و سنت اس پر شاہد ہیں کہ جس کو جس قدر عقل و شعور اور علم و فہم کی دولت سے نوازا گیا ہے۔ اس مناسبت سے اس کی ذمہ داریاں اور مسئولیت بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اگر ایک شخص عالم ہے۔ قرآن و حدیث کو جانتا ہے اور میدانِ سیاست میں برسرِ پیکار ہے تو اسکی ذمہ داری سب سے زیادہ بڑی اور اہم ہے ــــ اسلام صرف عبادات کا مجموعہ نہیں اور نہ چند مخصوص ریاضتوں سے عبارت ہے بلکہ اسلام ایک

جامع اور مکمل نظام حیات ہے علماء انبیاء کے ورثاء ہیں وہ دنیا کے ہر غلط نظام کو بدلنے اور نظام اسلام کو قائم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

پھر ماحول، واقعات اور حقائق و نتائج سے آنکھ بند کر کے محض سیاست برائے سیاست کرنا علماء کے شایان شان نہیں۔ سیاست میں حصہ لینا اور ملک میں شریعت اسلامیہ کا نفاذ علماء کا فریضۂ منصبی ہے مسلمان غلبۂ اسلام اور اس کے سیاسی استحکام کی جد و جہد سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا۔

محترم بزرگو! موجودہ حالات میں علماء کو، اہل اسلام کو، اور دین کی سربلندی چاہنے والوں کو کونسی سیاست کرنی چاہیئے۔ میں نے اس سے قبل بھی یہاں علماء کنونشن میں یہی عرض کیا تھا کہ علماء کی سیاست برائے سیاست نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ محض حکومتیں بدلتے رہیں، اشخاص اور چہرے بدلتے رہیں بلکہ ہماری سیاست کا مقصد خدا کے دین کا نفاذ، نظام اسلام کی ترویج اور غلبۂ اسلام ہونا چاہیئے۔

پھر ہمیں دیکھنا ہے کہ اگر ہماری سیاست سے اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ نظام اسلام کا نفاذ ہوتا ہے۔ شریعت کی بالادستی آتی ہے۔ تو سیاست میں حصہ لینا واجب ہے۔ میدان سیاست میں کودنا پھر علماء کا فریضہ منصبی بن جاتا ہے۔ کہ اصلاح و تبلیغ اور غلبۂ دین کیلئے سیاسی جد و جہد میں شریک ہوں۔ اور اگر سیاست لادینی ہو مادیت اور دہریت کا غلبہ ہو، اسلام کو نقصان پہنچتا ہو۔ اور ہماری کوششوں سے شیطانی قوتیں ابھرتی ہوں، میکیاولی سیاست کی راہیں کھلتی ہوں تو ایسی سیاست شجرۂ ممنوعہ و ملعونہ ہے۔ ایسی سیاست جس سے دین اسلام کی بقاء و استحکام اور نفاذ کی راہیں مسدود ہوتی ہوں ایک لعنت ہے علماء کیلئے ایسی سیاست میں حصہ لینا اور تخریب کاری اور قومی و ملکی انتشار کو پھیلانا شرعاً اور اخلاقاً ممنوع ہے۔ انبیاء کے ورثاء کے شایان شان یہ کام نہیں، علماء حق ہمیشہ سے باطل کے نظام کو اور باطل کی سیاست کو باطل قرار دیتے آئے ہیں۔ اس لئے آلۂ کار کبھی نہیں بنے اور نہ علماء حق کی سیاست یہ ہے کہ ارباب اقتدار کی مدح و ثنا کرتے پھریں ان کی ہر جائز و ناجائز کی تائید کرتے رہیں۔ جو دین کا عالم ہوگا۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح وارث اور جانشین ہوگا وہ ہمیشہ حکومت کے ظالمانہ کردار، منافقانہ پالیسیوں سے جنگ کرے گا۔ جو عالم حکومت پہ بک جاتا ہے اور اقتدار کے ایوانوں میں نظام اسلام اور اعلاء کلمۃ الحق کا جھنڈا بلند نہیں کر سکتا وہ ملعون ہے۔ اور شیطان سے بھی بدتر ہے۔ الساکت عن الحق شیطانٌ اخرس۔ حضورؐ نے ایسے عالم کو گونگا شیطان کہا ہے۔

اور ایسا عالم بھی غضب خداوندی کا مستحق ہے۔ قطعاً علم دین کی تحقیر و تذلیل کر رہا ہے۔ جو علی الاعلان لادینی طبقوں، سوشلسٹوں، کمیونسٹوں اور دین دشمن عناصر کیلئے راہ ہموار کرتا پھرے اور ان کو منزل مراد تک پہنچانے کیلئے اپنا کاندھا آگے بڑھاتا ہے جو برسر اقتدار آکر اہل اسلام کو، دینی قدروں کو، نبوت کی تعلیمات کو

اخلاقی مجد و شرف کو تہس نہس کر دے۔ اس لئے متحدہ شریعت محاذ کی شکل میں ایک اعتدال کا راستہ اللہ نے ہمارے لئے پیدا کیا۔ اور یہ ایک صراطِ مستقیم ہے۔ اگر ایک طرف حکومت سے اسکی جنگ ہے۔ ایوان میں اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالنا ہے جیسا کہ حکومت کیلئے آج کل شریعت بل گلے کا طوق بنا دیا گیا ہے۔ تو دوسری طرف لادینی قوتوں بے دین سیاستدانوں اور دین دشمن عناصر سے بھی برسرِ پیکار ہے۔ ان ملک دشمن عزائم اور دین کے مٹا دینے والے کردار کو قطعاً پنپنے نہیں دیا جائے گا۔

کچھ لوگ جن کو سیاسی میدان میں شکست مل چکی ہے جنہیں شریعت کی بجائے جمہوریت ہی سب کچھ نظر آتا ہے وہ عوام کو یہ دھوکہ دے رہے ہیں کہ شریعت بل پیش کرنے والے پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ اور جو پارلیمنٹ کا ممبر ہوتا ہے وہ حکومت کا ساتھی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ محض فریب ہے۔ آخر تم تو خود بھی الیکشن کا مطالبہ کر رہے ہو۔ کس لئے؟ انتخاب کرا کے اسمبلی میں جانا چاہتے ہو۔ اگر ممبر بننا حکومت کی ہاں میں ہاں ملانا ہے پھر تو تمہاری ساری جدوجہد بھی اس لئے ہے۔ تم خود تو اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہو کہ کسی طرح کرسی تک پہنچ جائے اسلام دشمن قوتیں اقتدار میں کیوں نہ آئیں مگر ہمیں ایک آدھ سیٹ تو مل جائے ــــ الغرض الحمدللہ علماءِ حق آج وہی کردار ادا کر رہے ہیں جو ان کے اسلاف نے پارلیمنٹ میں اختیار کیا تھا۔ نہ حکومت کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور نہ لادینی قوتوں کیلئے راہ کھولنے کی سیاست کر رہے ہیں۔ بلکہ علماءِ حق حکومت کے منافقانہ کردار کا پردہ چاک کر رہے ہیں نفاذِ شریعت کی جنگ کر کے ائمہ اسلاف کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں، شریعت بل پیش کر کے اسلامی سیاست کا جھنڈا بلند کر دیا ہے۔

شریعت بل کیا ہے؟ یہ نظام کا بدلنا ہے۔ تو شریعت محاذ چہرے نہیں بلکہ نظام بدلنا چاہتا ہے۔ محض شخصیات یا پارٹیاں نہیں آئین بدلنا چاہتے ہیں۔ یہ عجیب دور ہے کہ مغربی سیاست اور لادینی سیاست قوم پر مسلط کی جا رہی ہے اور اچھے بھلے دیندار لوگ بھی غلط فہمی سے اسکی لپیٹ میں آ رہے ہیں کہ حکومت بدلنے اور محض چہرے بدلنے کیلئے لوگوں کو سڑکوں پر نکالو، تخریب کاری کرو، دکانیں جلاؤ، بے گناہ لوگوں کو قتل کراؤ۔ جبکہ اسلام میں محض سیاست برائے سیاست کی گنجائش نہیں، اسلام سیاست برائے غلبۂ دین کی تعلیم دیتا ہے ــــ نوابزادہ نصر اللہ خان کی سیاست نہیں کہ کنوئیں کی چرخی ہے کہ ایک طرف ڈول خالی ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ بھر لئے جاتے ہیں، آخر یہ بھی کوئی مشن ہے۔ اس سیاست سے، بے مقصد ہنگاموں سے بغیر منشور کی تحریک سے، آپ یقین جانیں سو سال میں بھی آئین اور نظام نہیں بدلا جا سکتا۔

تو اس بل کے ذریعہ متحدہ شریعت محاذ نے نظام بدلنے کا فیصلہ کیا ہے، آئین بدلنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کہ جو بھی حکومت آئے اور جائے اسکی پابند ہو گی۔ مسلم لیگ بھی اسکی پابند ہو گی، پارلیمنٹ بھی پابند ہو گی۔ عدالت بھی اسکی

ہو گی۔ حکومت ہزار بار بدلتی رہے، جو حکومت بھی آئے اسکی پابند ہو۔ اگر پیپلز پارٹی کی حکومت آئے گی تو وہ اسکی پابند ہو گی۔ ملک کا سیاسی نظام شریعت کا پابند ہو جائے گا۔ کوئی پارٹی، کوئی جماعت اور کوئی گروہ شریعت خلاف کام نہیں کر سکے گا۔

متحدہ شریعت محاذ کی تحریک نفاذِ شریعت کی برکت سے عدالتوں سے مغربی نظامِ عدالت چھین لیا جائیگا اسکی جگہ نظامِ شریعت جاری کر دیا جائے گا۔

دوستو! آج حکومت بھی اور لادینی قوتیں بھی، شریعت بل کے خلاف متحد ہیں۔ آج شریعت کے خلاف پیپلز پارٹی کے جو جذبات ہیں حکومت کے بھی وہی جذبات ہیں۔

تمام سیاسی لیڈر اور مولوی کے لباس میں بعض پیشہ ور سیاست دان بھی شریعت بل کے حق میں حکومت اور پیپلز پارٹی کے موقف سے پیچھے نہیں ـــــ عجیب بات ہے حکومت اور سیاست دان بظاہر آپس میں مختلف، اختلافات میں اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہیں مگر شریعت بل کی مخالفت میں سب متفق ہیں اور سب کا موقف ہے شریعت کے نفاذ کو ٹالنے میں سب کا اجماع ہے۔ خوب فرمایا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے: الکفر ملۃ واحدۃ۔ یہ دو نظاموں کی جنگ ہے، دو سیاسی نظریات کی جنگ ہے۔ حکومت کی سیاست منافقت کی سیاست ہے جو بغیر دباؤ کے اور زبردست سیاسی قوت کے۔ نظامِ اسلام نافذ کرنے میں قطعاً مخلص نہیں، ہمارا تجربہ ہو چکا ہے۔ قریب سے دیکھ چکے ہیں، اندر باہر سے جھانکا ہے۔ ہم نے ان کے ہر خدشے کا جواب دیا، ہر اعتراض کو رفع کیا، ہر مشکل سلجھائی، ہر موڑ پر اسلام کی معتدل راہ بتائی۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ اربابِ حکومت فیصلہ کر چکے ہیں کہ حکومت چلی جائے مگر نظامِ شریعت نہ آنے پائے۔

دوسری طرف سیاسی پارٹیاں ہیں۔ لادینی قوتیں ہیں، لادینیت اور دہریت کے علمبردار ہیں جن کے اندر سیکولرازم سوشل ازم، قادیانیت اور دہریت وہی کھپ چکی ہے جو سب کچھ چاہتے ہیں مگر نظامِ شریعت نہیں چاہتے۔ بڑی جرأت اور بیباکی سے نظامِ شریعت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ قادیانیت کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ سیکولرازم اور بھٹوازم کے نعرے لگا رہے ہیں۔

اب علماءِ حق، اہلِ درد، غلبہ اسلام کی تمنا اور کام کرنے کا جذبہ رکھنے والے کارکن چکی کے دو پاٹوں میں آگئے ہیں۔ ایک طرف حکومت کی منافقت ہے اور دوسری طرف سیاسی پارٹیوں کا کفر صریح ہے۔ ہم دونوں سے دستبردار ہیں، ہم دونوں سے لاتعلق ہیں۔

ہمارے پاس اپنا پلیٹ فارم ہے، اپنا منشور ہے، اپنا لائحہ عمل ہے، وہ قرآن کا منشور ہے۔ اور شریعت کا پلیٹ فارم ہے اور شریعت کے محاذ پر، شریعت کے پلیٹ فارم پر اور شریعت کے موقف پر متحد ہونے کی دعوت

نقش آغا

دیتے ہیں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی نجات کا راستہ ہے۔ متحدہ شریعت محاذ اسی کا علمبردار ہے۔

جو لوگ پیپلز پارٹی وغیرہ کی شیطانی سیاست کے علمبردار ہیں، لادینیت کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں اور
اسی جھنڈے کے تحت مطمئن ہیں وہ شیطنت کی راہ پر چل رہے ہیں۔ اور جو لوگ حکومت کے جھنڈے کے تلے مطمئن
ہیں۔ اس کی ہر بات پر لبیک کہتے ہیں۔ حق و ناحق کی تمیز نہیں کر پاتے۔ حکومت پر اپنا ضمیر بیچ چکے ہیں ہم ان سے
سے اعلانِ بیزاری کرتے ہیں۔

متحدہ شریعت محاذ درمیان کا راستہ ہے اعتدال کا راستہ ہے جو خالص جہاد اور شرعی جہاد ہے جس کی
دونوں باطل سیاسی نظاموں سے جنگ ہے اور الحمدللہ کہ شریعت محاذ کے اس موقف پر کراچی سے لیکر خیبر تک
علماء کرام، مفتیانِ عظام ہمدردانِ امت اور غمخوارانِ ملت کو اطمینان ہے۔ جید علماء کرام اور مشائخ عظام کی
اس کو تائید حاصل ہے۔

ہم نے گذشتہ چند ماہ میں سارے ملک کا دورہ کیا ہے۔ سندھ، پنجاب اور ملک کی ہر گلی اور
کوچہ کوچہ چھوٹے بڑے اور بچے بچے کی زبان پر شریعت بل ہے۔ جب مجھے کراچی، سندھ، اور پنجاب میں
شریعت بل کے سلسلہ میں جانا ہوا تو میرا سر شرم سے جھک گیا جب وہاں کے لوگ کہنے لگے کہ تمہارے پشاور
کے بعض نام نہاد مولویوں نے شریعت بل کے خلاف مظاہرہ کیا اور اخبارات میں اسکی تصویریں بھی شائع ہوئیں۔

جو بات مرزائی کہہ رہے ہیں انتہائی متعصب شیعہ کہہ رہے ہیں، لادینی عناصر کہہ رہے ہیں کمیونسٹ اور سوشلسٹ
کہہ رہے ہیں، حکومت کہہ رہی ہے، پیپلز پارٹی کہہ رہی ہے وہی بات سیاسی مولوی بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ شریعت بل
اسمبلی میں پیش کر کے اسے متنازعہ بنایا جا رہا ہے۔ جب اسمبلی کے ارکان اس پر بحث کریں گے یا مخالفت کریں گے
تو متنازعہ بن جائے گا۔ لھذا اسے نہیں پیش کرنا چاہیئے۔ یہ عجیب منطق ہے، اسلام کا نام نہ لو کہ لوگ اختلاف کریں
گے، پھر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ ہی نہ کرو، نہ روس کو اسلام کی دعوت دو نہ امریکہ کے سامنے
اسلام کا نام لو کہ وہ اسے ٹھکرا دیں گے۔ ہمارے اکابر بھٹو دور میں اور ایوب خان کے دور میں اسلام کی بات کیوں
کرتے رہے جبکہ اکثریت کے بل بوتے پر ہر بات مسترد کی جاتی رہی۔

اگر اسلام کا نام لینا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، اسلام کو متنازعہ کرنا ہے۔ پھر تو حضورِ اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے اسلام کا نام لیا کہ لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور کلمۂ اسلام ان کے سامنے پیش فرمایا کہ ساری دنیا اسکی
مخالف تھی اور ظالموں کے ہاں توحید بھی متنازعہ تھی۔

ایک اور غلط فہمی یہ پھیلائی جا رہی ہے۔ کہ شریعت بل میں مودودی ازم ہے اور اسے جماعت اسلامی نے
پیش کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ کچھ تو خدا را انصاف سے کام لیجئے آخر قوم

ہے گی، علماء بھی جھوٹ بولتے ہیں، آخر یہ شریعت بل کب پیش ہوا کس نے پیش کیا اسکی کونسی دفعہ میں مودودی ازم
کونسی دفعہ شریعت کے خلاف ہے۔؟ یہ شریعت بل میں نے اور محترم قاضی عبداللطیف صاحب نے پیش کیا
یعت بل جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر و مشائخ اور جید علماء کے مشورہ سے پیش ہوا ہے اور اسکی جنگ شیخ الحدیث
شریعت مولانا عبدالحق مدظلہ کی قیادت میں لڑی جارہی ہے ـــــ قوم سچائی چاہتی ہے ـــــ قوم اطمینان چاہتی
جو لوگ محض باطل طاقتوں کے آلۂ کار کے طور پر کام کر کے فسادات پھیلا رہے ہیں ان کو اپنے موقف پر
اطمینان نہیں ہے۔ وہ جیل جائیں وہ مار کھائیں وہ جلوس نکالیں، انہیں ضمیر ملامت کرتا ہے انہیں شریعت
ت کرتی ہے۔ وہ خود سوچیں گے کہ یہ قربانی کس لئے دی جارہی ہے۔

ہمارا موقف خالص شریعت کا موقف ہے۔ صحیح موقف ہے۔ اور ہمیں اپنے موقف، پر سو فیصد یقین
ہ وہ درست موقف ہے۔ ہمارا ضمیر مطمئن ہے، ہماری تحریک کامیاب ہے، ہمارا راستہ خالص اسلامی انقلاب
ستہ ہے۔ ہمیں شرح صدر ہے کہ اس راہ میں جو بھی تکلیف آئے گی اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگی۔ جو بھی
اٹھے گا صرف اور صرف شریعت کے لئے ہوگا۔ کامیابی ہوگی تو نور علیٰ نور کامیابی بظاہر نہ ہو تو فرض منصبی تو ادا
اور عنداللہ تو سرخرو ہوں گے۔ انبیاء کرام کا زندگی بھر یہی شیوہ اور وطیرہ تھا۔ کامیابی اور ناکامی ان کی ذمہ داری
، نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر وہ جدوجہد کرتے رہے ہمارا یہی مشن ہے اور یہی تحریک۔

آیئے ہم سب دائیں اور بائیں سے ہٹ کر صراط مستقیم پر گامزن ہوں اور اس کے لئے متحدہ شریعت محاذ
مضبوط بنائیں تاکہ یہ آخر آخر تک اسلامی انقلاب اصلاح معاشرہ اور قرآن وسنت کی بالادستی کی کامیاب جنگ
سکے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اعتذار | ڈاکٹر سلیمان اظہر نامی مقالہ نگار کے بعض مقالے ملک کے دیگر جرائد کی طرح الحق میں بھی شائع ہوئے، بظاہر ان مضامین کا تعلق بعض تاریخی مباحث سے تھا، اس وقت تک
ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوئی گستاخانہ تحریر سامنے نہیں آئی تھی، اب جو صورتحال سامنے آئی ہم ایسے شخص کے
مقالے شائع کرنے پر معذرت خواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ درگذر فرمائے۔

"ادارہ"

★

پاکستان آرمی میں

جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں کی ضرورت

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ خطیبوں کی خالی آسامیوں کو پُر کرنے کیلئے مطلوبہ قابلیت کے حامل حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں

مطلوبہ قابلیت

الف ۔ حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فراغت کی سند۔

ب :۔ پاکستان کے کسی بورڈ سے میٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفکیٹ

ج :۔ روزمرّہ امور کے متعلق عربی بول چال میں مہارت اضافی قابلیت تصور کی جائیگی ۔

عُمر ۔ یکم جنوری ۱۹۸۷ء کو ۲۰ سال سے کم اور ۳۵ سال سے زائد نہ ہو۔

عہدہ یا تنخواہ ۔ ملازمت کیلئے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائیگا۔ فوجی وردی کی بجائے منظور شدہ شہری لباس ہوگا۔ جو فوج کی طرف سے مفت مہیا کیا جائیگا۔ فوج کے جونیئر کمیشنڈ افسروں کی طرح ان کیلئے اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔

الاؤنس و دیگر مراعات ۔ وہ تمام الاؤنس و مراعات جو فوج کے دیگر متقابل جے سی او صاحبان کو حاصل ہیں انہیں بھی حاصل ہونگی مثلاً ذات کیلئے مفت راشن، مفت رہائش (جہاں مہیا ہو ورنہ کوارٹر الاؤنس) اپنے اور بیوی بچوں کیلئے مفت طبی سہولت سفر کی مراعات، پنشن، گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ

ملازمت کی جگہ ۔ پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی جگہ **تربیت** ۔ منتخب امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دی جائے گی۔ **طریق انتخاب** (الف) مختلف مقامات پر ابتدائی تحریری امتحان (ب) طبی معائنہ (ج) انٹرویو اور حتمی انتخاب جی ایچ کیو ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ میں ہوگا ــــ درخواستیں مجوزہ فارم پر اصل اسناد کی تصدیق شدہ نقول کے ہمراہ شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ آئی جی ٹی اینڈ ای برانچ جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی کو ۱۰ ستمبر ۱۹۸۶ء تک پہنچ جانی چاہییں۔ درخواستوں کے فارم مذکورہ شعبہ دینی تعلیمات سے مبلغ ایک روپیہ ۶۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیجکر حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ فارم طلب کرتے وقت اپنی قابلیت اور سند الفراغ کے بارے میں پوری معلومات لکھیں

بے لوث خدمت
بے خوف قیادت

PID(I) 742/10

بیاد مجلس شیخ الحدیث مدظلہ

افادات: شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

کلمات اذان و اقامت اور حنفیہ حضرات کی توجیہہ

○ جامع ترمذی کے درس کے دوران ایک حدیث پر بحث کے دوران حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا:-

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضورؐ کے حکم سے کئی مؤذنین کی تقرریاں ہوئی تھیں حضرت بلالؓ ان مؤذنین کے صدر تھے۔ جب کوئی حکم ہوتا تو حضرت بلالؓ کے واسطہ سے تمام صحابہؓ کو آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ ترمذی کی روایت ہے کہ امر بلال ان یشفع الاذان و یوتر الاقامہ۔ اس روایت میں حضرات حنفیہ مجاز بالحذف کے قائل ہیں اور تقدیر عبارت یوں بناتے ہیں۔ کہ امر بلال ان یشفع صوت الاذان و یوتر صوت الاقامہ کہ جب اذان دی جائے تو آواز دگنی ہو اور جب اقامت ہو تو آواز مفرد ہو۔ حنفیہ کی یہ توجیہہ کلمات اذان و اقامت کی تشفیع و ایتار سے متعلق تمام روایات کو جامع ہے۔

حضرت بلالؓ کی اذان اور عشق رسول

○ مذکورہ حدیث شریف ہی کے ضمن میں حضرت بلالؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

حضرت بلالؓ حضورؐ کے سچے عاشق اور مخلص صحابی تھے۔ جان و دل سے ان کو حضورؐ سے محبت تھی حضرت بلالؓ نے حضورؐ کے زمانے میں اذانیں دیں۔ سفر و حضر میں حضورؐ کے ساتھ رہے اور اذان دیتے رہے حضرت امیر معاویہؓ اور خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں بھی اذان دی ہے۔ حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ شام چلے گئے تھے۔ ایک روز خواب میں سرور کائنات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے اور آپ فرماتے ہیں "بلال کیا وجہ ہے مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے۔ بڑے بے وفا نکلے"۔

خواب سے بیدار ہوئے تو گریہ طاری تھا روتے روتے نڈھال ہو گئے۔ بس اسی حالت میں واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اہل مدینہ حضرت بلالؓ کی آمد پر بڑے خوش ہوئے حضرت حسن و حسینؓ نے حضرت بلال سے اذان دینے کی خواہش ظاہر کی۔ دونوں مخدوم زادے تھے انکار کی کیا مجال تھی۔ تعمیل حکم میں اذان دی۔ حضرت بلالؓ کی اذان نے عہد نبوی کی یاد تازہ کر دی پورے شہر مدینہ میں کہرام مچ گیا۔

لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا۔ سب رو رہے تھے چھوٹے بڑے سب پر گریہ طاری تھا۔ ایک محبت تھی۔ اب تو سنگدلی آگئی ہے۔ دلوں پر گناہوں کے سیاہیوں نے تالے لگا دئے ہیں۔ جب کہ اسلاف کے تذکروں میں بھی بڑی برکت ہے۔

عبادات ومعاملات اور نماز کی اہمیت واثرات

○ حضرت نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق جو بندوں کے ذمہ لازم ہیں کی ادائیگی کو عبادات کہتے ہیں اور بندوں کے آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کو معاملات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی بندوں کے حقوق پر مقدم ہے۔ پھر عبادات میں صلوٰۃ کو جو اہمیت اور عظمت اور اولیت وامتیاز حاصل ہے وہ کسی دوسری عبادت کو حاصل نہیں۔ ہر نبی کی تعلیم میں اور ہر آسمانی شریعت میں ایمان کے بعد پہلا حکم صلوٰۃ کا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت (شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا التسلیم والسلام) میں نماز کے شرائط وارکان سنن وآداب اور اس کے مکروہات ومفسدات کا جتنا اہتمام کیا گیا ہے اور اس کو جتنی اہمیت دی گئی ہے۔ صلوٰۃ کے علاوہ اتنی اہمیت کسی دوسری طاعت وعبادت کو نہیں دی گئی۔ ظاہر ہے کہ صلوٰۃ میں اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عظمت وجلال، کبریائی اور اپنی عاجزی کا اعتراف اور خدا کی بارگاہ میں انتہائی تذلیل کا مظاہرہ ہے۔ زبان پر سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ، قالب سے رکوع سجدہ اور قعدہ وغیرہ کی صورت میں بارگاہِ ربوبیت میں نیازمندی کا اظہار اور قلب خشوع وخضوع اور انابت الی اللہ کی کیفیات سے سرشار ہوتا ہے۔ نماز اپنے اوراد وارکان اور شروط وغیرہ کے لحاظ سے مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کی انتہائی تعظیم وتوقیر اور احترام پر دال ہے۔

ارشادات نبوت اور قرآن مجید میں کثرت سے صلوٰۃ کے خصوصیات وتاثیرات بیان ہوئے ہیں مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ نماز بندہ اور خدا کے درمیان قرب خاص کا وسیلہ ہے اور احکم الحاکمین کی بارگاہ میں مناجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص محبت رحمت کے حصول کا احسن طریقہ ہے۔ نماز سے غفلت برے خیالات، گندے وساوس، کفرانِ نعمت، کفر وشرک اور فسق وضلال کے تباہ کن رذائلتوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ بے شک نماز بے حیائی کے کاموں سے اور منکرات سے روکتی ہے۔

قاضی محمد زاہد الحسینی کا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ایمان افروز مذاکرہ ○ ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ

دارالعلوم کی جامع مسجد میں جب عصر کی نماز پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو اچانک حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی کے ایک مسترشد اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب (اٹک) سے ملاقات ہو گئی۔ موصوف اپنے صاحبزادہ کے ہمراہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی بیمار پرسی اور زیارت کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ مجھے بھی ساتھ لیا اور حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے دولت کدہ پر حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ڈیڑھ ماہ تک سی۔ ایم۔ ایچ ہسپتال راولپنڈی میں زیر علاج رہنے کے بعد اب عیدالاضحیٰ پر گھر تشریف لائے، علالت، ضعف اور نقاہت کا اثر زیادہ تھا۔ حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے گھر میں پردہ کرایا اور حضرت مدظلہ نے مہمانوں کو اپنے ہاں بالاخانہ کے کمرہ میں بلا کر ملاقات فرمائی۔ حضرت قاضی صاحب کے استفسار پر فرمایا۔

طبیعت پر ثقل ہے۔ کمزوری بڑھ رہی ہے۔ نظر بھی کمزور ہو رہی ہے۔ ذمہ داریاں زیادہ ہیں آپ حضرات کے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آرام نہیں ہے۔ وہاں پنڈی میں آرام کیا تھا۔ یہ ملکی حالات، دارالعلوم کی بقاو استحکام کی فکر اور ملک میں شریعت بل کے نفاذ کے سلسلہ میں علماء کی مساعی، یہ سب چیزیں جب سامنے ہیں تو آرام کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت قاضی صاحب نے عرض کیا۔ حضرت! خدا کا شکر ہے آپ کی زندگی امت کے لئے سایہ رحمت ہے خدا تعالیٰ دیر تک آپ کا سایہ، امت کے سروں پر قائم رکھے، آپ نے بڑی مہربانی فرمائی کہ اب اس قدر تکلیف اور عوارض کے ہوتے ہوئے ملاقات کا موقعہ بخشا۔

حضرت شیخ مدظلہ نے فرمایا، میں کیا، یہ سب آپ کی مہربانیاں ہیں میں لیس شیٔ ہوں۔ یہ آپ حضرات کا حسن ظن ہے۔

قاضی صاحب نے عرض کیا۔ حضرت آپ کے پاس آکر اکابر سے دید و ملاقات اور زیارتوں کی حسرتیں مٹاتے ہیں ہم نے حضرت شیخ مدنیؒ کو دیکھا، حضرت شیخ لاہوریؒ کو دیکھا، ان کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو آپ کی مجلس میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اب تو آپ پر نگاہیں کھلتی ہیں۔

حضرت شیخ مدظلہ نے فرمایا۔ جی ہاں! یہ حضرات بڑے اکابر تھے ان کا امت پر بڑا احسان ہے ان بزرگوں سے میری کیا نسبت ہے میں نے تو عمر ضائع کی ہے۔ کوئی علم اور دین کا کام نہیں کیا۔ وقت کی قدر نہیں کی۔ اب کف افسوس ملتا ہوں، سوائے حسرت اور ندامت کے کیا کر سکتا ہوں۔ من نعمرہُ ننکسہ فی الخلق کا مصداق ہوں

حضرت قاضی صاحب نے فرمایا۔ حضرت! یہ آپ کی تواضع ہے اور اپنے اکابر کے ہاں بھی یہی پایا ہے اور یہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات کی روح ہے حضورؐ کی دعا کا بھی یہی مفہوم ہے اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا۔ اے اللہ مجھے میری نظروں میں چھوٹا بنا دے۔

آپ نے جو پودا لگایا ہے جو باغ لگایا ہے وہ پھل پھول رہا ہے۔ ہمیں وہ ابتدائی مناظر اور مراحل یاد ہیں، میں ابھی آپ کی مسجد (قدیم دار العلوم حقانیہ) کے ابتدائی نقشے، دار العلوم اور اس کے تعلیمی نظام ان سا تھیوں بنتا رہا تھا۔ توت کے درخت کے نیچے تعلیم ہوا کرتی تھی۔ مسجد کا ابتدائی کنواں شعبہ تعلیم القرآن کا اجراء، شیخ مد کی تشریف آوری۔ یہ ساری باتیں ہمارے سامنے کے واقعات ہیں۔ کب بھولنے کے ہیں۔ اللہ کریم نے آپ کی اخلاص کی برکت سے اور بزرگوں کی نسبت کی برکت سے اس پودے کو آج باغ و بہار بنا دیا۔ انشاء اللہ اس پر کبھی خزاں نہیں آئے گی۔ دار العلوم حقانیہ، ہمارے اکابر کے تعلیمات اور نسبتوں کا امین ہے۔ اگر یہ دار العلوم اور دینی مدارس کا سلسلہ اور آپ حضرات کے مساعی ہمارے ملک میں نہ ہوتے تو خدا جانے اب کیا حالت ہوتی

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ جی ہاں! یہ سب اللہ کا فضل و کرم اور آپ جیسے بزرگوں کی شفقت اور حسن ظن ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم

حضرت قاضی نے فرمایا۔ کہ میں اپنے بچوں کو دورۂ حدیث کے لئے آپ کے ہاں اس لئے بھیج دیتا ہوں کہ آپ کی صحبت میں رہیں آپ کی زیارت کریں۔ صرف یہی غرض ہوتی ہے۔ آخر صحبت رسول ہی سے صحابیت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اگر صحبت انہیں حاصل نہ ہوتی تو یہ شرف کب حاصل ہوتا۔ صحبت اولیاء کی علماء اور اکابر تاکید کرتے ہیں آخر یہ بھی کوئی چیز اور مؤثر چیز ہے۔ عزیزم محمد ابراہیم ثاقب الحسینی کو بھی میں نے تاکید کر دی ہے کہ ہماری غرض حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صحبت اور ان کی مجلس حدیث میں حاضری کی سعادت کا حصول ہے اور بس۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ یہ سب آپ کا حسن ظن ہے خدا تعالیٰ اس کا اہل بھی بنا دے۔

آخر میں حضرت قاضی صاحب کی درخواست پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے طویل دعا فرمائی۔ دعا کے بعد قاضی صاحب نے خلوت میں جہاد افغانستان اور افغان مجاہدین، فضلائے حقانیہ کا اس میں حصہ اور بے باکانہ کردار اور ان سے نصرت و تعاون اور جہاد کی بقاء و ترقی کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے خصوصی مشاورت کی اور رخصت ہوئے۔

مولانا شہاب الدین ندوی

قسط : ۲

متاع یا متعۂ طلاق پر ایک تحقیقی نظر

قرآنی حقائق و معارف کی روشنی میں

۱- وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہوا اور اسے ہاتھ بھی نہ لگایا گیا ہو (جس سے مباشرت نہ کی گئی ہو)

۲- وہ مطلقہ جس کا مہر تو مقرر ہو مگر اسے ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔

۳- وہ مطلقہ جس کا مہر بھی مقرر ہو اور اسے ہاتھ بھی لگایا جا چکا ہو۔

۴- وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہو مگر اسے ہاتھ لگایا جا چکا ہو۔

آئندہ سہولت کی خاطر ان مذکورہ چاروں کی اصطلاحات کی شکل میں بیان کیا جائے گا۔

سلف کا مسلک اس موقع پر سب سے پہلے سلف صالحین کا مسلک بیان کیا جائے گا۔ پھر فقہائے اربعہ کا مسلک بیان کر کے اس پر تبصرہ کیا جائے گا۔ کہ ان میں سے کونسا مسلک قرآنی منشا سے زیادہ قریب ہے اور جمہور مفسرین و ائمہ کا رجحان کیا ہے؟ چنانچہ سلف صالحین کے مسلک کے بارے میں سب سے زیادہ تفصیلی بحث امام ابن جریر طبری نے کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ متعۂ طلاق کے بارے میں اختلاف ہے کہ ارشاد باری "وَمَتِّعُوهُنَّ" میں آیا حکم وجوب کے لئے ہے یا استحباب کے لئے؟ پھر اس بارے میں چند اختلافی مسلک بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ اس موقع پر بیان کیا جاتا ہے۔

۱- پہلا مسلک یہ ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک یہ حکم وجوب کے لئے ہے جو طلاق دینے والے کے مال میں متعہ کا اثبات بالکل اسی طرح کرتا ہے جس طرح کہ دوسرے واجب قرضہ جات کے سلسلے میں کیا جا سکتا ہے اور یہ متعہ ہر قسم کی طلاق والیوں کے لئے لازم ہے اور تابعین میں قتادہ، حسن بصری، ابو العالیہ اور سعید بن جبیر وغیرہ سے یہی منقول ہے[1] نیز حضرت علیؓ اور زہری سے بھی اسی طرح منقول ہے[2]

---

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن یعنی تفسیر ابن جریر طبری ۲/۳۲۹

[2] تفسیر ابن جوزی ۱/۲۸۰، احکام القرآن، جصاص ۱/۴۲۸

۲- دوسرے مسلک کے مطابق بعض اہل علم کے نزدیک طلاق دینے والے مرد پر مطلقہ کے لئے متعہ دینا واجب تو ہے مگر مطلقہ ۲ کا اس میں استثناء ہے۔ کیونکہ ایسی عورت نصف مہر کی مستحق ہوتی ہے۔ لہذا اس کو متعہ نہیں ملے گا۔ حضرت ابن عمر سے یہی منقول ہے[1]۔ اور اس مسلک کے مطابق سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۶ سورہ احزاب کی آیت ۴۹ کی ناسخ ہے۔ نیز قاسم بن محمد، شریح اور ابراہیم سے بھی ایسا ہی منقول ہے[2]

۳- تیسرا مسلک۔ متعہ ہر مطلقہ کے لئے ضروری تو ہے مگر ہاں بعض صورتوں میں حاکم کے فیصلے کے ذریعہ طلاق دینے والے پر متعہ لازم کیا جا سکتا ہے۔ اور بعض صورتوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس معاملے کو طلاق دینے والے کا پرسنل معاملہ سمجھ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ زہری سے منقول ہے کہ وہ متعہ جس کا فیصلہ حاکم کرے گا وہ "محسنون" کے ذمہ حق ہوگا۔ اور وہ متعہ جس کا فیصلہ حاکم نہیں کر سکتا وہ "متقی لوگوں" پر فرض ہوگا[3]

۴- چوتھا مسلک۔ حاکم کسی مطلقہ کو متعہ دلانے کے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ بات طلاق دینے والے کے ذمہ مستحب کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ قاضی شریح نے اپنے ایک فیصلے میں اس کی تصریح کرتے ہوئے ایک شخص سے مخاطب ہو کر جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، فرمایا :-

ان كنت من المتقين فعليك المتعة اگر تو متقی لوگوں میں سے ہے تو تجھ پر متعہ دینا لازم ہے گو اپنی طرف سے اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا[4]

گویا اس مسلک کے مطابق متعہ دینا مطلق طور پر درجہ استحباب میں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے بھی شعبی کا ایک قول اسی معنی میں نقل کیا ہے۔ کہ اگر متعہ واجب ہوتا تو قاضی صاحبان متعہ نہ دینے والوں کو قید کر دیتے مگر میں نے کسی قاضی کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ کسی نے شعبی سے پوچھا کہ کیا کسی کو متعہ کے بارے میں قید کیا جا سکتا ہے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی :-

"على الموسع قدره وعلى المقتر قدره"[5]

فقہائے اربعہ کا مسلک | اوپر جو کچھ بیان کیا گیا وہ سلف کے بارے میں تھا۔ اب فقہا کی طرف آیئے تو اس باب میں بنیادی طور پر دو مسلک نظر آتے ہیں جو یہ ہیں :-

۱- ایک صرف مطلقہ ۲ کے لئے متعہ واجب ہے اور بقیہ طلاق والیوں کے لئے مستحب ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے[6]

---

[1] تفسیر ابن جریر ۲/۳۲۹ [2] تفسیر ابن جوزی ۱/۲۸۰، احکام القرآن جصاص ۱/۴۲۸ [3] تفسیر ابن جریر ۲/۳۳۰ [4] ایضاً [5] تفسیر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱/۲۸۸ [6] تفسیر مظہری ۱/۳۴۳، تفسیر ابن جوزی ۱/۲۸۰، روح المعانی ۱/۴۵۱

اور عام طور پر امام شافعی کا بھی یہی مسلک بتایا جاتا ہے[1] اور یہی مسلک سفیان ثوری، حسن بن صالح اور اوزاعی کا بھی ہے[2] نیز یہ مسلک صحابہ کرام میں حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ کا بھی ہے[3]

۲۔ متعہ کسی بھی مطلقہ کے لئے واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔ یہ امام مالکؒ کا مسلک ہے[4] مدینے کے فقہائے سبعہ کا بھی یہی مسلک تھا کہ متعہ واجب نہیں ہے[5] نیز لیث بن سعد، حکم اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مسلک تھا[6]

ایک قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کو متعہ دینا واجب ہے جب کہ جدائی کا باعث شوہر ہو سوائے مطلقہ ۲ کے[7]

اختلاف کی بنیاد: فقہائے کرام کے نزدیک متعہ کے واجب ہونے یا نہ ہونے کی اس بحث کی بنیاد اس فقہی اصول پر مبنی ہے کہ آیا "امر" قانونی اعتبار سے وجوب کا مقتضی ہے یا محض استحباب کا؟ تو جن فقہا کے نزدیک یہ امر ئے وجوب (ظاہر امر کے اعتبار سے) ہوتا ہے ان کے نزدیک یہ حکم واجب ہے اور جن کے نزدیک اس وجوب کسی مناسب قرینے کی بنا پر ہٹایا جا سکتا ہے ان کے نزدیک یہ محض ایک مستحب چیز ہے اس اعتبار سے فرمانِ الٰہی "متعوھن" کو بعض نے وجوب پر اور بعض نے ندب (استحباب) پر محمول کیا ہے[8]

اس اختلاف کا دوسرا سبب قرآنی آیات کا "ظاہری تعارض" ہے۔ چنانچہ بعض آیات (احزاب ۴۹) میں متعہ کو مطلقاً واجب قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض میں (بقرہ ۲۳۶) صرف مہر کے عدم تعین کی بنا پر اس کو واجب بتایا گیا ہے جب کہ بقرہ ۲۳۷ میں متعہ کا سرے سے کوئی تذکرہ ہی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر اختلاف واقع ہوا[9]

اس اختلاف کا ایک سبب بعض قرآنی الفاظ کے فہم میں اختلاف بھی ہے چنانچہ جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ اگر متعہ ہر ایک کے لئے واجب ہوتا تو وہ صرف "محسنوں" اور متقیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ کیا جاتا۔ بلکہ ایسی صورت میں اس کو عمومی حکم کے روپ میں بیان کرنا ضروری تھا۔ مگر یہ ایک کمزور استدلال ہے جیسا کہ اس پر تفصیلی

---

[1] تفسیر کبیر ۶/۱۳۸، تفسیر مظہری ۱/۳۳۲ [2] احکام القرآن جصاص ۱/۴۲۸۔ تفسیر ابن جوزی ۱/۲۸۰

[3] تفسیر آیات الاحکام، محمد علی صابونی ۱/۳۸۰ [4] تفسیر کبیر ۶/۱۳۸، روح المعانی ۱/۵۴۔ تفسیر مظہری ۱/۳۳۲

[5] تفسیر کبیر ۶/۱۳۸ [6] تفسیر ابن جوزی ۱/۲۸۰ [7] احکام القرآن جصاص ۱/۴۰۰، تفسیر روح المعانی، آلوسی ۱/۱۵۴

[8] خلاصہ از تفسیر کبیر ۶/۱۳۹۔ تفسیر مظہری ۱/۳۳۲ [9] تفسیر آیات الاحکام ۲/۲۹۵

[10] تفسیر ابن جریر ۲/۳۳۰، تفسیر کبیر ۶/۱۳۹، تفسیر روح المعانی ۲/۱۵۴

بحث آئے گی۔

اور جنہوں نے ہر مطلقہ کے لئے متعہ واجب قرار دیا ہے ان کی دو دلیلیں ہیں۔

ایک یہ کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۴۱ میں تمام مطلقہ عورتوں کے لئے عموم دکھائی دیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ سورۂ احزاب کی آیت ۲۸ کی رو سے بھی (جو ازواج مطہرات کے سلسلے میں ہیں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتیں بھی متعہ کی مستحق ہیں جن کو ہاتھ لگایا جا چکا ہو[۱] علامہ ابن جریر طبری نے اس آیت (۲۴۱) پر مفصل علام کیا ہے[۲]

غرض اس طرح کئی اسباب و وجوہات ہیں جن کی بنا پر اہل علم اور فقہا کے درمیان اختلاف واقع ہوا

ایک اجماع | مگر ان سارے اختلافات کے باوجود علامہ ابن جریر نے اس سلسلے میں ایک اجماع بھی نقل کیا ہے کہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مطلقہ ع۱ کو سوائے متعہ یا "متاع معروف" کے اور کوئی چیز نہیں۔

اجمع الجميع على ان المطلقة غير المفروض لها قبل المسيس لا شيئ لها على زوجها المطلق غير المتعة ذكر بعض من قال ذالك من الصحابة والتابعين رضي الله عنهم[۳]

گویا اختلاف جو کچھ بھی ہے وہ بقیہ تین قسم کی طلاق والیوں کے بارے میں ہے کہ آیا قانونی اعتبار سے وہ بھی متعہ کی مستحق ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ ویسے اخلاقی اعتبار سے تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ مگر سوال صرف وجوب یا قانونی اعتبار کا ہے۔

قوی اور راجح مسلک | ان واضح بیانات سے دو چیزیں بالکل صاف ہو کر سامنے آجاتی ہیں۔

۱۔ مطلقہ ع۱ کے لئے متعہ سب کے نزدیک جائز و مستحب ہے جب کہ جمہور اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

۲۔ مطلقہ ع ۲، ۳ اور ۴ کے لئے متعہ کا مسئلہ اختلافی ہے۔

مگر جہاں تک دلائل کا تعلق ہے اس سلسلے میں دو باتیں بہت زیادہ وزنی اور معتدل معلوم ہیں اور مفسرین و فقہا کی اکثریت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جو یہ ہیں:۔

۱۔ صرف مطلقہ ع۱ کے لئے متعہ واجب ہے۔

۲۔ اور بقیہ تین قسموں کے لئے وہ مستحب ہے واجب نہیں۔

اب یہاں پر ان دونوں مسلکوں کے اختلافی دلائل جہاں تک ممکن ہوگا مختصر طور پر پیش کئے جائیں گے۔

---

[۱] خلاصہ از تفسیر ابن کثیر ۱/۲۸۸ [۲] ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر طبری ۲/۳۳۰-۳۳۱

[۳] تفسیر ابن جریر طبری ۲/۳۳۲

کے دلائل اس باب میں ہوں گے کہ متعہ مستحب نہیں بلکہ واجب ہے اور دوسری قسم کے دلائل اس سلسلے میں ہوں
ا متعہ ہر مطلقہ کے لئے واجب نہیں بلکہ صرف مطلقہ ما ہی کے لئے واجب ہے۔

وجوبِ متعہ کے دلائل | جن لوگوں کے نزدیک ہر قسم کی طلاق یافتہ عورتوں کے لئے متعہ واجب ہے ان کے
حسب ذیل ہیں :-

اب آیاتِ کریمہ ومتعوهنّ على الموسع قدرهٗ وعلى المقتر قدره، متاعًا بالمعروف حقًا
المحسنين میں متاعًا کا لفظ نحوی اعتبار سے " متعوهن " کا مفعول مطلق واقع ہو رہا ہے جو اسم مصدر
ی وجہ سے بطور تاکید لایا گیا ہے۔ اور اس کی تقدیر اس طرح ہوگی۔ متعوهن متاعًا واجبًا على المحسنين [1]
ب یہ ہوا کہ یہ متعہ محسنین پر ہر حال میں واجب ہے۔

۲۔ اس میں لفظ " حقًا "، متاعًا کی صفت ہے جو تاکید مزید کے لئے بولا گیا ہے [2]

۳۔ ومتعوهنّ۔ یہ صیغہ امر ہے جو وجوب کا مقتضی ہے [2] جب تک کہ استحباب پر کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے [3]

۴۔ " حقًا على المحسنين " یہ وجوب کی تاکید مزید ہے۔ کیونکہ یہ احسان کی شرائط میں سے ہے۔ اور ہر ایک آدمی کے
ی ہے کہ وہ احسان کرنے والا بنے۔ اور یہی بات " حقًا على المتقين " میں بھی کہی گئی ہے [4]

صرف مطلقہ ما ہی کے لئے وجوب کیوں؟ | اب رہے وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ صرف مطلقہ ما ہی
متعہ کی مستحق ہے اور باقی مطلقہ عورتوں کے لئے وہ واجب نہیں ہے تو اس کے دلائل حسب ذیل ہیں :-

۱۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آیت ۲۳۶ میں صاف اور واضح طور پر فرما دیا ہے کہ مطلقہ ما کو متعہ
ہے اور اسی پر (فریق ثانی کے) جو دلائل مذکور ہیں ان کی رو سے یہ حکم وجوب کا مقتضی ہے۔

۲۔ اسی طرح آیت ۲۳۷ میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا ہے کہ مطلقہ م۲ کو نصف مہر دیا جائے۔ اس اعتبار
یہ دونوں آیتیں " نص قطعی " کی حیثیت رکھتی ہیں جن میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اگر متعہ مطلقہ م۲
کے بھی ضروری ہوتا تو اس کو بھی نص قطعی کا ذریعہ بیان کیا جاتا۔ مگر جب ایسی کوئی صراحت موجود نہیں ہے
کا مطلب یہی ہوا کہ متعہ صرف قسم اول ہی کے لئے واجب ہے قسم دوم کے لئے نہیں [6]

---

[1] خلاصۂ مطالب از تفسیر کشاف ۱/۳۷۴، املاء من بہ الرحمان ۱/۹۹۔ تفسیر احمدیہ ملا جیون ص ۱۱۰
[2] سیر ابو سعود ۱/۲۳۴، کشاف ۱/۳۷۴، تفسیر کبیر ۶/۱۴۰، املاء ۱/۹۹، احکام القرآن جصاص ۱/۴۲۹
[3] سیر کبیر ۶/۱۳۹، احکام القرآن جصاص ۱/۴۲۹، المغنی ابن قدامہ ۶/۷۱۳ [4] احکام القرآن جصاص ۱/۴۲۹
[5] ۱/۴۲۹، تفسیر قرطبی بحوالہ اضواء البیان ۱/۲۸۳ [6] مختلف مراجع سے ماخوذ۔

۳۔ شریعت کی یہ حکمت عملی اس بنا پر ہے کہ مطلقہ ۱ کو چھوڑ کر بقیہ تینوں قسموں کے لئے آدھا یا پورا یا مہر مثل (مطلقہ ۲ کو آدھا، مطلقہ ۳ کو پورا اور مطلقہ ۴ کو مہر مثل) ملتا ہے جب کہ مطلقہ ۱ کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا اس کی دلجمعی کے لئے اس کو متعہ دینا واجب قرار دیا گیا ہے[1] اور اس میں بہت بڑی دانشمندی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اس کی دل شکنی ہوتی۔

۴۔ مطلقہ ۲، ۳، اور ۴ کے لئے متعہ واجب نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان تینوں کے لئے ایک "عوض واجب" پہلے ہی سے متعین ہے۔ لہٰذا جب کسی معاملے میں پہلے ہی سے کوئی "صحیح عوض" متعین ہو جیسا کہ دیگر "عقود معاوضہ" میں ہوتا ہے تو پھر اس صورت میں ایک سے زیادہ "عوض" نہیں مل سکتے۔[2]

۵۔ اب رہی یہ بات کہ "للمطلقٰت متاع بالمعروف" کی رو سے یہ حکم عام معلوم ہوتا ہے۔ (جیسا کہ علامہ ابن جریر طبری وغیرہ نے اس پر مفصل بحث کی ہے) تو مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ "للمطلقٰت" میں لام "لام استغراق" کے بجائے "معہود ذہنی" پر دلالت کر رہا ہو۔ جیسا کہ متعدد مفسرین نے اس پہلو پر بھی زور دیا ہے[3] لہٰذا اس سے مراد وہی مطلقہ عورتیں ہو سکتی ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ یعنی مطلقہ ۱

۶۔ اس آیت کریمہ (بقرہ ۲۴۱) کا شان نزول بھی مذکورہ بالا تمام توجیہات کو قطعیت عطا کر رہا ہے۔ چنانچہ خود ابن جریر نے اس آیت کے شان نزول میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب آیت ۲۳۶ نازل ہوئی تو ایک مسلمان نے کہا:-

"اگر ہم احسان کرنا نہ چاہیں تو ہم اس حکم کے پابند نہ ہوں گے"۔ لہٰذا یہ آیت (۲۴۱) نازل ہوئی۔[4]

۷۔ انہی تمام مشکلات کے پیش نظر بعض اہل علم نے ایک درمیان کی راہ یہ نکالی ہے کہ "للمطلقٰت متاع بالمعروف" کا حکم اگرچہ تمام طلاق یافتہ عورتوں کے لئے عام تو ہے مگر وہ سب کے لئے واجب نہیں بلکہ بعض کے لئے واجب اور بعض کے لئے مستحب ہے۔ اور اس حکم میں یہ دونوں قسم کی مطلقہ عورتیں شامل ہیں۔[5] مگر یہ بھی دراصل جمہور ائمہ اور مفسرین ہی کی تائید ہے۔

---

[1] ماخوذ از احکام القرآن ابن العربی ۱/۲۱۷ بیروت، تفسیر اضواء البیان، محمد امین شنقیطی ۱/۲۸۱، ریاض المغنی، ابن قدامہ ۶/۱۵، ریاض [2] المغنی، ابن قدامہ ۶/۱۵، [3] معہود ذہنی کی بحث کے لئے دیکھئے تفسیر روح المعانی، علامہ شہاب الدین آلوسی ۲/۱۶۰ مطبوعہ بیروت [4] تفسیر ابن جریر ۲/۳۶۴، تفسیر در منثور، علامہ سیوطی ۱/۳۱۰ [5] تفسیر ابو سعود ۱/۲۳۷، روح المعانی ۱/۱۶۰، المغنی ۶/۱۵

۸۔ اس سلسلے میں ایک اچھی اور معقول بات یہ بھی ہے کہ آیت ۲۴۱ کی رو سے (اس کے ظاہری حکم کے مطابق) تمام مطلقہ عورتوں کو متاع دینے کی بات کہی گئی ہے اور متاع کے لغوی معنی چونکہ فائدہ بخش چیز کے ہیں۔ لہٰذا اس لحاظ سے جس عورت کو مہر مل سکتا ہو اس کا متاع صرف مہر ہی ہے اور جس کو مہر نہیں مل سکتا اس کا متاع "متعہ طلاق" ہے[۵]

دونوں آیتوں کا فرق | اب آیت ۲۳۶ اور ۲۴۱ کا، الفاظ اور اسلوبِ کلام کے اعتبار سے فرق دکھا کر اس بحث کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ پہلی آیت متعہ کا حکم بصیغۂ "امر" دیا گیا ہے جب کہ دوسری آیت میں بصیغۂ "خبر" مذکور ہے لہٰذا ان دونوں کے اقتضاء میں واضح اور بین فرق ہے۔

۲۔ پہلی آیت میں امر کے ساتھ ساتھ "مفعول مطلق" کے ذریعہ اس حکم کی مزید تاکید کی گئی ہے۔ جو دوسری آیت میں مفقود ہے۔

۳۔ پہلی آیت کے مطابق مطلقہ ۱ کے لئے یہ حکم بطور "نص قطعی" ثابت ہے۔ جب کہ دوسری آیت کے مطابق بقیہ تین قسم کی مطلقہ عورتوں کے بارے میں نہ تو نص قطعی موجود ہے اور نہ ہی واضح طور پر کوئی حکم کہ یہ کن مطلقہ عورتوں کے لئے ہے۔

۴۔ اب رہا معاملہ "لام استغراق" کے امکان کی بدولت دیگر مطلقہ عورتوں کے لئے بھی اس حکم کے احتمال کا، تو "لام معہود ذہنی" کا امکان اس احتمال کو قطعیت عطا کرنے میں حارج نظر آتا ہے جب کہ شانِ نزول کی وجہ سے یہ پہلو بالکل کمزور اور دوسرا پہلو قوی دکھائی دیتا ہے۔

۵۔ لہٰذا اس مسئلے میں تمام متعلقہ عورتوں کے لئے وجوبِ متعہ پر کسی بھی قسم کی قطعیت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ سارے دلائل مطلقہ ۱ ہی کے حق میں جاتے ہیں۔

جمہور کا مسلک | اب رہا معاملہ ائمہ اور مفسرین کا۔ تو جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ان کی اکثریت اسی مسلک کی قائل ہے کہ وجوب صرف مطلقہ ۱ ہی کے لئے ہے۔ اور بقیہ اقسام کے لئے متعہ صرف مستحب ہے بالفاظ دیگر سوائے مطلقہ ۱ کے کوئی دوسری مطلقہ قانونی طور پر متعہ کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ ہاں البتہ اخلاقی طور پر کچھ دے دینے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ ایک نہایت درجہ قوی، متوازن اور معقول مسلک نظر آتا ہے جس کے ائمہ ثلاثہ (امام مالک کو چھوڑ کر) اور جمہور مفسرین قائل نظر آتے ہیں۔ بلکہ امام اللغہ علامہ ابن

---

[۵] ماخوذ از احکام القرآن، ابن العربی ۱/۲۱۸

منظور افریقی مصری تک نے اس مسلک کے قوی ہونے کی بنا پر ایک دوسرے امام لغت علامہ ازہری کے حوالے سے لسان العرب میں اس کو درج کر کے اس مسلک کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ یہ موصوف زیر بحث دونوں آیتوں کو درج کر کے وہی مسلک بیان کرتے ہیں جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

قال الازہری :- وھذا التمتیع الذی ذکرہ اللہ عزوجل للمطلقات علی وجہین : احدھما واجب لا یسعہ ترکہ ۔ والاخر غیر واجب یستحب له فعله ۔ فالواجب للمطلقة التی لم یکن زوجہا حین تزوجہا سمّی لہا صداقاً و لم یکن دخل بہا حتی طلقہا فعلیہ ان یمتعہا بما وعزوجہان من متاع ینفعہا بہ من ثوب یلبسہا ایاہ او خادم یخدمہا ، او دراھم او طعام ۔ وھو غیر مؤقت لان اللہ عزوجل لم یحدہ بوقت و انما امر بتمتیعہا فقط ۔ وقد قال علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعاً بالمعروف ۔ واما المتعة التی لیست بواجبة و ھی مستحبة من جہة الاحسان و المحافظة علی العہد ، فان یتزوج الرجل امراة ویسمی لہا مہرا ثم یطلقہا قبل دخوله بہا او بعدہ فیستحب له ان یمتعہا بمتعة سوی نصف المہر الذی وجب علیہ لہا ان لم یکن دخل بہا ، المہر الواجب علیہ کله ان کان دخل بہا ، فیمتعہا ینفعہا بہا و ھی غیر واجبة علیہ ۔ ولکن استحباب لیدخل فی جملة المحسنین او المتقین والعرب تسمی ذلک کله متعة ومتاعاً [1]

ازہری کہتے ہیں کہ یہ نفع رسانی جس کا ذکر اللہ نے مطلقہ عورتوں کے لئے کیا ہے دو طرح سے ہے۔ ایک تو واجب ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ اور دوسری غیر واجب ہے جس کا کرنا صرف مستحب ہے تو یہ واجب اس مطلقہ کے لئے ہے جس سے نکاح کرتے وقت شوہر نے مہر مقرر نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دی تھی۔ تو اس صورت میں اس کے لئے لازم ہے کہ وہ مطلقہ کو حسب استطاعت کوئی فائدہ بخش چیز دے دے۔ یعنی اس کو کوئی کپڑا پہنا دے یا کوئی خدمت گار فراہم کر دے یا نقدی یا اناج دیدے اور یہ نفع رسانی غیر موقت (غیر میعادی) ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا بلکہ صرف نفع رسانی کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ متعہ رواج کے مطابق صاحب تیسیر پر اس کی استطاعت

---

[1] لسان العرب ۔ ابن منظور افریقی مصری ۸/۳۳۰، ۳۳۱ ، بیروت

کے لحاظ سے اور تنگ دست پر اس کی استطاعت کے لحاظ سے ہوگا۔ (لہذا اس کے لئے کوئی خاص مقدار مقرر نہیں کی جاسکتی۔) اب رہا وہ متعہ جو واجب نہیں بلکہ صرف احسان اور وفائے عہد کے اعتبار سے مستحب ہے تو وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کا مہر مقرر کر کے نکاح کرنے کے بعد اس کو چھونے سے پہلے یا بعد میں طلاق دے دے۔ تو پہلی شکل یعنی چھونے سے پہلے یا بعد میں طلاق دینے کی صورت میں اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ نصف مہر واجب کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ بطور متعہ دے۔ اور دوسری شکل یعنی چھونے کے بعد طلاق دینے کی صورت میں عورت کا پورا مہر دینے کے ساتھ متعہ دینا بھی مستحب ہے اور ان شکلوں میں یہ متعہ غیر واجب ہے لیکن اس استحباب کی بنا پر وہ محسن اور متقی لوگوں کے زمرے میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور اہل عرب اس قسم کی نفع رسانی کو ''متعہ'' یا ''متاع'' کا نام دیتے ہیں۔

قرآن کی بلاغت اور اس کا حکیمانہ اسلوب | اس موقع پر ضمناً ایک حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ قرآن حکیم نے اس حکم کے ضمن میں جہاں یہ فرمایا ہے ''حقاً علی المحسنین'' اور ''حقاً علی المتقین'' تو اس کے ذریعہ دراصل نوع انسانی کو احسان اور حسن اخلاق و کردار پر ابھارنا مقصود ہے۔ طلاق کا موقع چونکہ انتہائی رنجش اور تلخیوں کا ہوتا ہے۔ اور طبیعت بسا اوقات قابو نہیں رہتی۔ بلکہ جذبات سے مغلوب ہو کر بعض اوقات انسان پاگل ہونے کے قریب پہنچ چکا ہوتا ہے۔ لہذا ایسے نازک موقع پر مطلقہ عورتوں تک سے حسن سلوک سے پیش آنے اور اخلاق و شرافت کا دامن نہ چھوڑنے کی تاکید کرنے کا اس سے بہتر اسلوب ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ ایک انتہائی بلیغ اخلاقی حکم ہے جس کو قانون کے پیمانوں سے ناپا نہیں جا سکتا۔

قرآن حکیم کی بلاغت اور اس کی حقیقت شناسی کا ایک اور نمونہ بھی ملاحظہ ہو کہ اس کتاب حکمت میں جہاں کہیں بھی طلاق کے معاملات مذکور ہیں وہاں پر اصلاً عورت سے کوئی تعارض نہیں کیا گیا ہے خواہ اسباب طلاق کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ بلکہ ہر جگہ مرد ہی کو شرافت اور احسان پر ابھارا گیا ہے۔ خواہ طلاق عورت کی زیادتی ہی کی وجہ سے کیوں نہ پیش آئی ہو۔ چونکہ عورت ایک کمزور مخلوق ہے اس لئے مرد کو ہمیشہ یہ تاکید ہے کہ وہ رنجش کے باوجود عورت کو (خواہ زیادتی کسی کی بھی ہو) ایسے موقعوں پر وقار اور احترام کے ساتھ رخصت کر دے اور آپسی معاملے کو کسی بھی طرح گلی کوچوں میں نہ آنے دے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ عورت ہر صورت میں معافی اور درگذر کی مستحق ہے۔ کیونکہ عورت ہی کے سہارے تمدن انسانی کی گاڑی آگے بڑھ سکتی ہے۔ اور وہ اس گاڑی کے دو پہیوں میں سے ایک ہے جو اگر ٹوٹ جائے تو گاڑی رک جائے گی اور یہ چمن حیات بالکل سونا سونا بلکہ کانٹوں بھرا ہو کر رہ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان احکام کے ضمن میں جگہ جگہ ''معروف'' یعنی شرافت اور حسن اخلاق

کا حوالہ بار بار دیا گیا ہے[1]۔

چونکہ خالقِ کائنات اپنی مخلوقات کی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہے۔ اس لیے وہ تمام احکام ہر ایک کی
فطرت اور ساخت و پرداخت کی مناسبت سے دیتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عورت دھتکا۔۔۔
جانے کے لیے نہیں بلکہ انس و محبت کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں جگہ جگہ اس پہلو پر زور دیا گیا
ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے قدم قدم پر طبقۂ نسواں کا خصوصی خیال رکھا ہے۔ اور اس کی ساخت و
فطرت کی مناسبت سے اس کے ساتھ نرمی اور ملائمت کا رویہ ملحوظ رکھنے کی تاکید کی ہے۔ مگر اس کے باوجود
اسلام پر یہ غلط الزام عائد کیا جاتا ہے کہ اس نے تمام رعائتیں مردوں ہی کو دی ہیں اور صنفِ نازک کا کوئی
خیال نہیں رکھا جو محض ایک پروپیگنڈہ ہے۔

متاع کی مقدار کیا ہے | اب آئیے تیسرے سوال کی طرف کہ اسلامی شریعت میں متاع یا متعۂ طلاق (تحفہ
طلاق) کی مقدار کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ اور عام فقہائے احناف کے نزدیک اس کا ادنیٰ درجہ تین
کپڑے (کرتہ، اوڑھنی اور چادر) ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رض اور حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے[2] اس
حدیث کو بیہقی نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے[3]۔

نیز حضرت ابن عباس رض سے یہ بھی مروی ہے کہ "متعہ کا اعلیٰ درجہ ایک خادم (پھر اس سے کم درجہ خرچ کے
لیے کچھ پیسے) اور اس سے کم درجہ کپڑے ہیں"[4]۔

متعہ میں کپڑے یا ان کی قیمت کچھ بھی دی جا سکتی ہے[5] مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ رقم نصف مہر سے زائد
نہ ہونی چاہیے[6] کیونکہ مطلقہ ۱ کا مہر اگر مطلقہ ۲ ہی کی طرح پہلے سے مقرر ہوتا تو اس صورت میں اس کو نصف
مہر ہی ملتا۔

امام احمد اس بارے میں ابنِ قدامہ کے بیان کے مطابق دو مختلف روایات مروی ہیں جن میں سے ایک

---

[1] متاعاً بالمعروف: ای بالوجہ الذی تستحسنہ الشریعۃ والمروۃ (تفسیر ابو سعود ۱/۲۳۴
[2] ہدایہ اولین: ص ۳۰۵ نیز ملاحظہ ہو موطا امام محمد باب متعہ الطلاق [3] نصب الرایہ، زیلعی ۳/۲۰۱
[4] احکام القرآن جصاص ۱/۴۳۴، المغنی ابن قدامہ ۶/۱۷، تفسیر ابن کثیر ۱/۲۸۷
[5] کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ۴/۱۲۲ (مصر) [6] تفسیر کبیر ۶/۱۳۹، تفسیرات احمدیہ ص ۱۱۰ تفسیر
آیات الاحکام، صابونی۔

یہ ہے کہ متعہ کا اعلیٰ درجہ خادم ہے۔ جب کہ مرد مالدار ہو۔ اور اگر غریب ہو تو اس کے لئے تین کپڑے (کرتہ، اوڑھنی اور نماز پڑھنے کے لئے کوئی کپڑا) دینا ضروری ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس مقدار کا تعین حاکم کرے گا اور یہی قول امام شافعی کا بھی ہے[1] مگر امام شافعی کا دوسرا قول جس کو امام رازی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ " مالدار آدمی کے لئے خادم دینا مستحب ہے۔ اور متوسط کے لئے ۳۰ درہم ہے اور مفلس کے لئے تھوڑی سی مقدار[2]

علامہ طبری نے اپنی تفسیر میں سلف سے بعض روایتیں نقل کی ہیں۔ جو زیادہ تر چند کپڑوں تک ہی محدود ہیں۔ بعض روایات میں اعلیٰ درجہ خادم اور ادنیٰ درجہ کپڑے یا نقد رقم ہے۔ ابن سیرین کی ایک روایت کے مطابق حضرت حسن بن علیؓ نے بطور متعہ دس ہزار (درہم) دئے تھے۔[3]

ان تمام تفصیلات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں متعہ طلاق یعنی "تحفہ طلاق" کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے۔ مگر جیسا کہ اوپر گذر چکا کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ایسی کوئی بھی رقم نصف " مہر مثل " سے زائد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ موصوف کے نزدیک مہر ایک ایسا معیار ہے جس کا اعتبار خود شریعت نے کیا ہے جیسا کہ مطلقہ اگر مطلقہ بعد ہم کی جگہ ہوتی۔ تو اس کو مہر مثل ملتا۔ لہٰذا وہ پہلی صورت میں بھی اس سے زیادہ کی مستحق نہ ہو گی[4] مگر صاحب ہدایہ نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے۔ کیونکہ صحیح بات یہ ہے کہ نص قرآنی کے مطابق مرد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ[5] یعنی " مالدار پر اس حیثیت کے مطابق اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق "۔ البتہ صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ متعہ کے باب میں عورت اور مرد دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس کی اصل مقدار پانچ درہم ہو گی[6] علامہ ابن عابدین شامی اور علامہ جصاص رازی نے اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے[7]

حاصل بحث یہ کہ شریعت نے اپنی طرف سے متعہ طلاق کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں کی۔ بلکہ اس کا ایک خاکہ پیش کر کے اس کو حالات پر چھوڑ دیا ہے۔ اس پوری بحث کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کچھ مشکل نہیں ہے کہ یہ معاملہ زیادہ تر میاں بیوی یا خاندان کے افراد کے درمیان طے ہونے والا آپس کا ایک معاملہ ہے

---

[1] المغنی، ابن قدامہ ۶/۷۱، نیز دیکھئے تفسیر مظہری ۱/۲۳۲ [2] تفسیر کبیر ۶/۱۳۹ طبع جدید تہران [3] تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن جریر ۲/۳۲۸ [4] دیکھئے تفسیر کبیر ۶/۱۳۹ [5] ہدایہ اولین ص ۲۰۵ (مجتبائی دہلی) المغنی ۶/۷۱ [6] درمختار برحاشیہ ردالمحتار، یعنی فتاویٰ شامیہ ۲/۳۶۵ (کوئٹہ) [7] ملاحظہ ہو فتاویٰ شامیہ (ردالمختار) ۲/۳۶۵ احکام القرآن، جصاص ۱/۴۳۳ نیز دیکھئے المغنی ۶/۷۱

اور اس کو عدالتوں (اور وہ بھی سیکولر عدالتوں) کے دائرہ میں نہیں لایا جا سکتا۔ اور اس سلسلے میں کوئی قانون بنا کر سب کو اس کی پابندی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ چیز زوجین کی معاشی حالت اور خاندان کے احوال پر مبنی ہے۔

اس سلسلے میں قابل لحاظ بات یہ ہے کہ "متاع" کی مقدار اور اس کا جو بھی مدلول نکالا جائے وہ "معروف" کے دائرے کے اندر ہونا چاہئے کیونکہ قرآن حکیم "متاع بالمعروف" کہتا ہے "متاع بالمنکر" نہیں کہتا یعنی یہ نہیں کہ جس کے جی میں جو آئے وہ کر ڈالے۔ یا کوئی من مانا قانون بنا کر سب کو اس کی پابندی پر مجبور کر ڈالے۔ لہٰذا ایسا کوئی بھی قانون جو "معروف" یا عقل و شرع کے خلاف ہو وہ باطل ہو گا۔ اور پورے اسلامی دور میں اس قسم کا کوئی بھی قانون کبھی نہیں بنایا گیا کیونکہ یہ چیز سلف صالحین کے تعامل پر مبنی ہے۔

کیا متعہ میں نفقۂ عدت شامل ہے؟ اب آیئے چوتھے سوال کی طرف کہ آیا متاع یا متعہ طلاق نفقۂ عدت پر بھی ہو سکتا ہے؟ تو مذکورہ بالا تمام مباحث اور مفسرین و فقہا کی تصریحات کے پیش نظر اس کا جواب نفی میں ہے۔ سلف صالحین اور فقہائے کرام میں سے کسی کا بھی یہ مسلک نہیں تھا اور نہ اس بارے میں متقدمین کا کوئی قول ملتا ہے۔ ہاں متاخرین میں البتہ ایک گمنام قول اس باب میں (وقیل المراد بالمتاع نفقة العدة) کی شکل میں ضرور ملتا ہے۔ جس کا اولین ماخذ علامہ زمخشری (۴۶۷-۵۳۸ھ) کی تفسیر کشاف ہے[1]۔

اس سے قبل کسی مرجع میں یہ قول میری نظروں سے نہیں گزرا۔ لہٰذا گمان غالب یہی ہے کہ یہ خیال بہت بعد کی پیداوار ہے۔ مگر وہ بھی راجح نہیں اور نہ اس کا پتہ ہی ہے کہ وہ کس کا قول ہے اور اس پر کس نے عمل کیا ہے اسی وجہ سے اس کو "قیل" کے عنوان سے سب سے آخر میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام رازی اور علامہ آلوسی وغیرہ نے اس قول کو محض ایک قول کے طور پر نقل کر دینے پر اکتفا کرتے ہوئے اس پر کوئی بحث نہیں کی ہے اس لحاظ سے یہ کوئی مستند اور قابل لحاظ مسلک نہیں ہے۔ جس کی طرف توجہ کی جائے۔

یہ خیال غالباً سورہ بقرہ کی آیت ۲۴۰ کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ چنانچہ اسلام کے دور اول میں (آیت میراث کے نزول سے پہلے) بیوہ عورتوں کو ایک سال کے گزر معاش کا بندوبست کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ جو شوہر کے وارثین کے ذمہ عائد کیا گیا تھا۔ مگر آیت میراث کے نزول کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ مفسرین اور خصوصاً صاحب لسان العرب نے تصریح کی ہے۔ لہٰذا اب اس قسم کا کوئی حکم باقی نہیں رہا۔

پچھلے صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ یہ اور آیت ۲۴۱ دونوں متصل ہی واقع ہوئی ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے

---

[1] جلد ۱ ص ۳۷۷۔ مطبوعہ تہران

کہ اس کی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہو مگر صاحب لسان العرب کی یہ تصریح بھی گزر چکی ہے کہ لفظ متاع میں "توقیت" کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔

کیا نفقہ عدت کے بغیر بھی مل سکتا ہے؟ اب رہا پانچواں اور آخری سوال کہ کیا کسی وجہ سے متاع کو عدت کے بعد بھی جاری رکھا جا سکتا ہے؟ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک مہمل اور نامعقول سوال ہے عدت کے بعد اسلامی شریعت میں جب خود "نفقہ" ہی ساقط ہو جاتا ہے تو پھر اس متاع کو کھینچ کر عدت کے باہر کیسے لے جایا جا سکتا ہے جس کی "ٹانگیں" ہی نہیں ہیں؟ دھاندلی اور زبردستی یا دوسرے لفظوں میں "ڈنڈے کے قانون" کی بات اور ہے۔ مگر جہاں تک عقل و منطق اور استدلال کا تعلق ہے اس کی رو سے یہ جدید قانون بالکل ہی تہی مایہ ہے بلکہ حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ خلاف شرع ہی نہیں بلکہ خلاف عقل بھی ہے۔ جیسا کہ تفصیل پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔

عورت کی غلامی یا آزادی؟ ہاں البتہ اس موقع پر اتنا کہنا ہے کہ جدید قانون کی رو سے عدت ختم ہو جانے کے بعد بھی طلاق شدہ عورت کو سابقہ شوہر ہی کی "بیوی" قرار دینے پر خواہ کتنا ہی اصرار کیوں نہ کیا جائے مگر وہ اسلامی شریعت کی رو سے ایک منٹ کے لئے بھی بیوی نہیں رہتی اور سابقہ شوہر سے اس کا کوئی تعلق یا سمبندھ نہیں رہتا کیونکہ اسلامی شریعت کے مطابق "متعہ واجبہ" ادا کر دینے کے بعد وہ بالکل آزاد ہو جاتی ہے کیونکہ مطلقہ ۱ پر کسی قسم کی عدت بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ وقوع طلاق کے فوراً بعد اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے سورہ ۱۵ کی آیت ۴۹ کے مطابق عورت کو "متعہ" دینے کے بعد اس کے بالکل "آزاد ہو جانے" کی صراحت کی گئی ہے۔ جہاں پر "تسریح" اور "سراح" کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ لہٰذا طلاق کے بعد "تسریح" کا مطلب یہ ہوا کہ عورت مرد کے "بندھن" سے بالکل آزاد ہو چکی ہے۔ اب وہ جہاں چاہے جائے۔ اور جس طرح چاہے اپنے معاشی مسئلے کا حل تلاش کرے۔

اب اس موقع پر طلاق اور نفقہ کی بحث کو تھوڑی دیر کے لئے ملتوی کر کے ذرا سوچئے تو سہی کہ اسلام عورت کو "آزادی" کی کتنی بڑی نعمت دے رہا ہے اور دنیا کیا کرنے جا رہی ہے۔ اگر تعصب کی عینک ہٹا کر حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اسلام درحقیقت عورت کو آزادی کا تحفہ اور اس کے معاشی و سماجی حقوق کی ضمانت دے رہا ہے کہ وہ اسلامی نظام کے تحت کسی کے جبر یا بے تصرف یا دباؤ میں نہیں رہ سکتی۔ اور کوئی شخص اس کی آزادی کو سلب نہیں کر سکتا۔ مگر عورت کی اس آزادی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے عورت کو "غلامی کی زنجیروں" ہی میں زبردستی باندھے رکھنا کیا کوئی معقول بات ہے؟ بلکہ یہ تو ایک جاہلی تصور بلکہ عورت کی توہین ہے جو اسلام کے تصور اور آزادیٔ فرد کے خلاف ہے اور یہ دراصل ہندو ذہن کی پیداوار

حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف تو عورت کے یہ نام نہاد وکیل عورت کی مظلومیت اور اس کی حق تلفی کا رونا خوب روتے رہتے ہیں۔ مگر جہاں کہیں اسلام عورت کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو ایک باوقار مقام دے سکا ہو تو فوراً اس کو غلط رنگ دے کر محض پروپیگنڈے کے زور پر ایک کھلی ہوئی حقیقت تک کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ گویا عورت کی آزادی کو پھر سے غلامی میں تبدیل کر کے اس کو دوسرے طریقے سے مارنا چاہتے ہیں۔ کیا عورت کے ساتھ یہی انصاف ہے؟ کیا عورت کو پھر سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے عورت کے دوست یا اس کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟

اب ذرا اہلِ انصاف دل پہ ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ انہیں مسلم معاشرہ کے مطابق عورت کی یہ "نعمتِ آزادی" پسند ہے یا ہندو معاشرے کے مطابق عورت کا گھٹ گھٹ کر مرنا یا پھر جہیز کے دیوتا کی بھینٹ چڑھایا جانا اب انہیں بہر حال اختیار رہے کہ اپنے لئے جو بھی رستہ چاہیں پسند کر لیں مگر مسلمانوں کو اس کھلی ہوئی بے حیائی اور بدکرداری میں نہ کھینچیں کیونکہ آج ہزار خرابیوں کے باوجود مسلم معاشرہ اس قسم کی گندگیوں سے بہت بڑی حد تک محفوظ ہے اور جب تک دفعہ ۱۲۵ اس پہ زبردستی مسلّط نہیں کی جاتی اس وقت تک وہ محفوظ ہی رہے گا۔

خلاصہ بحث | اس باب کے مباحث کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ لفظ متاع تھوڑے سے فائدے یا عارضی منفعت پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ اس لفظ میں نفقہ کا مفہوم لغوی یا اصطلاحی طور پہ شامل نہیں ہے۔

۳۔ اس لفظ میں نوقیت کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔

۴۔ عورت کو طلاق کے وقت اس کی دل جمعی کی خاطر جو چیزیں دی جاتی ہیں انہیں متاع کہا جاتا ہے اور اس کا دوسرا نام اسلامی اصطلاح میں "متعۂ طلاق یا "طلاق کا تحفہ" ہے۔

۵۔ جمہور علما کے نزدیک یہ تحفہ صرف اس مطلقہ کے لئے واجب ہے جس کا مہر متعین نہ ہو اور اسے ہاتھ بھی نہ لگایا گیا ہو اور بقیہ تینوں قسم کی مطلقاؤں کے لئے مستحب ہے۔

۶۔ متعۂ طلاق کا اعلیٰ درجہ اسلامی روایات کے مطابق ایک خادم اور کمتر درجہ عورت کے لئے چند کپڑے فراہم کرنا۔

۷۔ متعۂ طلاق کی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ اس میں صحیح بات یہ ہے کہ مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

۸۔ اس سلسلے میں کوئی قانون بنا کر پورے معاشرے کو اس کا پابند نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ یہ چیز "احسان" کی قبیل سے ہے لہذا اگر کوئی مرد چاہے تو اپنی مطلقہ کو ہزاروں روپے بھی دے سکتا ہے مگر قانون بنا کر

اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ پورے اسلامی دور میں اب تک ایسی کوئی حرکت نہیں کی گئی۔

۹۔ لفظ متاع کی رو سے نفقہ کا مفہوم نکالنا اور وہ بھی عدت گزر جانے کے بعد (جب تک کہ عورت دوسری شادی نہ کرے) ایک خلافِ اسلام اور خلافِ شریعت قانون ہے جو باطل ہونے کی وجہ سے بالکل کالعدم قرار دئے جانے کے قابل ہے۔

متاع اور نفقہ میں فرق متاع کی اس لغوی تحقیق و تفصیل کے بعد اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ متاع اور نفقہ کے الفاظ میں جو لغوی اور قانونی فرق ہے اس پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے تاکہ یہ بحث ہر اعتبار سے مکمل ہو جائے اور ہر چیز نکھر کر سامنے آ جائے۔ تو جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ متاع کا لفظ تھوڑے سے فائدے یا عارضی منفعت پر دلالت کرتا ہے اور اس سے مراد گھریلو سامان بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں نفقہ وہ خرچہ ہے جو کسی شخص پر کسی رشتے ناطے یا زوجیت وغیرہ کے تعلق سے عائد ہوتا ہے۔

النفقة: ما يبذله الرجل ويصرفه من ماله، تبرعاً او في مقابل عوض يبتغيه او ينفقه على نفسه وذويه

یعنی نفقہ وہ چیز ہے جس کو کوئی اپنے مال میں سے بطور تبرع یا کسی چیز کے عوض خرچ کرتا ہو یا اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہو[1]

والانفاق قد يكون في المال وفي غيره، وقد يكون واجباً و تطوعاً

یعنی انفاق مال میں بھی ہو سکتا ہے اور دوسری چیزوں میں بھی۔ اور وہ واجب بھی ہو سکتا ہے اور نفل بھی[2]

النفقة ما انفق۔ نفقہ وہ چیز ہے جو خرچ کیا جائے[3]

نفقہ کا تعلق انفاق سے ہے اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی "خرچ کرنے" (اللہ کی راہ میں یا اپنے اہل و عیال پر) کا حکم دیا گیا ہے وہاں پر نفقہ اور انفاق ہی کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ نہ کہ متاع کا لفظ، مثلاً

وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر فان الله يعلمه

اور تم جو کچھ خرچہ کرتے ہو یا کوئی نذر مانتے ہو تو اللہ ان (سب چیزوں) کو جانتا ہے (البقرہ ۲۷)

قل ما انفقتم من خير فللوالدين والاقربين واليتامى والمسكين وابن السبيل ط وما تفعلوا من خير فان الله به عليم کہہ دو کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ ماں باپ، رشتہ دار، یتیموں

---

[1] معجم الفاظ القرآن الکریم ۲/۵۰، [2] مفردات القرآن، راغب اصفہانی، ص ۵۰۲

[3] لسان العرب ۱۰/ ۳۵۸

محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے اور تم جو کچھ بھی نیکی کروگے اللہ اس کو خوب جانتا ہے (بقرہ ۲۱۵)

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا مناً ولا اذیٰ لھم اجرھم عند ربھم۔

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ کسی پر احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی قسم کی تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لئے اللہ کے پاس اجر ہے (بقرہ ۲۶۲)

اس طرح نفقہ اور متاع میں واضح اور کھلا ہوا فرق موجود ہے اور یہ دونوں کسی بھی صورت میں ایک نہیں ہو سکتے۔ اوپر جو آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں وہ زیادہ تر عمومی نفقات سے متعلق ہیں۔ اب اس موقع پر چند مثالیں نفقات واجبہ کے سلسلے میں بھی ملاحظہ ہوں جو خصوصیت کے ساتھ بیویوں کے نفقہ سے متعلق ہیں۔

لینفق ذو سعۃٍ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتٰہ اللہ

مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگدست ہے تو جو اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے (طلاق ۷)

وان کن اولات حملٍ فانفقوا علیھن حتیٰ یضعن حملھن۔

اور اگر وہ حمل والی ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرو جب تک کہ ان کا حمل وضع نہ ہو جائے (طلاق ۶)

پھر یہ نفقہ یا انفاق کیا ہے؟ اس کی تشریح دوسرے مقام پر اس طرح کی گئی ہے کہ اس سے مراد رواج کے مطابق کھانا اور کپڑا ہے۔

وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف

اور لڑکے والے (یعنی باپ) پر ان عورتوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق ضروری ہے۔ (بقرہ ۲۳۳)

دیکھئے قرآن حکیم میں یہ دونوں الفاظ یعنی متاع اور نفقہ ایک ہی معنی و مفہوم ہرگز نہیں رکھتے بلکہ ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ایک کی جگہ پر دوسرا لفظ رکھ دیا جائے تو مطلب بالکل خبط اور مہمل ہو کر رہ جائے گا۔ مگر عربی زبان سے ناواقفیت کے باعث اپنے جی سے ایک نیا مطلب گھڑ کر نکالنا اور پھر اس کی صحت پر اصرار کرنا جہل مرکب نہیں تو پھر کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ علم و تحقیق کی دنیا میں اس قسم کی دھاندلی اور ہلڑ بازی چل نہیں سکتی۔ اس کو علم و قلم کی رسوائی کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ پہلے تو بعض ججوں اور قانون دانوں نے ایک غلط فیصلہ کرنے کی غرض سے قرآن حکیم کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ مگر اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس غلط اور لغو فیصلے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بعض نام نہاد مسلمان جو درحقیقت ملحد، بے دین، کمیونسٹ اور غیر ملکی ایجنٹ ہیں۔ "علم" کا لبادہ اوڑھ

کر میدان میں آ گئے۔ اور قرآن حکیم کی تحریف و تلبیس کو عین اسلام ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ گویا ان کا مقصد قرآن کا اتباع نہیں بلکہ بعض وقتی و عارضی فوائد کے لئے آیاتِ الٰہی کو بیچنا اور حق کو باطل کے ساتھ ملوث کرنا ہے جس کی مذمت خود قرآن حکیم نے سخت الفاظ میں کی ہے۔

ولا تشتروا بآیٰتی ثمناً قلیلاً و ایای فاتقون۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق وانتم تعلمون ۰

اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت پر نہ بیچو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اور سچ کو جھوٹ میں نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق بات نہ چھپاؤ (البقرہ ۴۱، ۴۲)

متاع مہر سے متعلق اس بحث کے آخر میں ضمناً یہ بات بھی بخوبی سمجھ لینی چاہیئے کہ قرآن مجید میں جہاں پر نفقات واجبہ کا تذکرہ آیا ہے وہاں پر زیادہ تر بیویوں کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ ۲۳۴، طلاق ۶، ۷ اور ممتحنہ ۱۰) اس سے عورتوں کے حقوق کی نگہداشت پر بھی بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ یہ اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب کے مقابلے میں نکاح کے موقع پر عورت کو ایک قابل لحاظ مال مہر کی شکل میں دلاتا ہے اور مہر کی ادائیگی نکاح کے فوراً بعد شوہر پر شرعاً واجب ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کی تاکید آئی ہے۔ اسی طرح نکاح کے بعد جب کہ بیوی بالغ ہو اس کا نان و نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے اس لحاظ سے نکاح کے بعد شوہر پر شرعاً دو چیزیں عائد ہوتی ہیں ایک بیوی کا مہر اور دوسرے اس کا نفقہ۔ اور اس سلسلے میں قرآن مجید میں تین الفاظ لائے گئے ہیں جو یہ ہیں۔

نفقہ، اجر اور متاع۔ اور قرآن مجید میں مہر کو عورتوں کا "اجر" کہا گیا ہے مثلاً

فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن فریضۃً.

جن عورتوں سے تم لطف اندوز ہو چکے ہو ان کے مقررہ معاوضے (مہر) انہیں دیدو (نساء ۲۴)

ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اٰتیتموھن اجورھن۔

اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ تم ان سے نکاح کر لو جب کہ تم ان کے معاوضے (مہر) انہیں دیدو (ممتحنہ ۱۰)

متاع دراصل اسی اجر (جمع اجور) کی ایک شکل ہے۔ جو مہر کے سلسلے میں ہے نہ کہ نفقہ کے سلسلے میں۔

ھذا ما عندی

افادات مولانا سمیع الحق، مدیر الحق
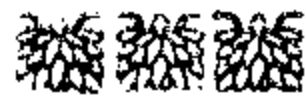
خطبہ عید الاضحیٰ ۱۴۰۶ھ

اسلام۔ قربانی اور جان نثاری کا مذہب

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ کی علالت کی وجہ سے عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں نماز عید الاضحیٰ ۱۴۰۶ھ سے قبل مولانا سمیع الحق کا خطاب جسے ٹیپ سے قلم بند کیا گیا تقریباً ۲۵ ہزار افراد نے اجتماع میں شرکت کی

عبد القیوم حقانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

قال اللہ تعالیٰ ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین!!

معزز و محترم بزرگو اور بھائیو! ہم یہاں کس لئے آئے؟ آج ہماری عید ہے، عید خوشی اور مسرت کو کہتے ہیں۔ تمام قومیں، عیدیں اور خوشیاں مناتی ہیں دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں، جس کا دنیا میں قومی تہوار اور جشن نہ ہو۔ مگر ہمارا اور دوسری قوموں کا ایک فرق اور بہت بڑا فرق ہے۔ کہ ان کی خوشیاں اور جشن دنیاوی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں مثلاً موسم بدلا، بہار آئی، کہتے ہیں عید ہے۔ یا فاتح یا کوئی جرنیل پیدا ہوا ہے اس کی خوشی میں قومی تہوار ہے۔ یا ایک ملک فتح ہوا تو خوشیاں مناتے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ بھی ایسے ہزاروں کارناموں سے معمور ہے۔ اللہ پاک نے جس قدر عظیم [illegible] تاریخ ساز شخصیتیں، فاتحین و مجاہدین، جرنیل، سپہ سالار اور عظیم الشان شخصیتیں مسلمانوں کو دی ہیں۔ دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔ ہم نے بھی سینکڑوں ملک فتح کئے ہم نے بھی قیصر و کسریٰ، کے تخت تک رسائی کی ہے اور اس کے تاج سے مدینہ کی گلیوں میں گیند کھیلا ہے۔ اور سب سے بڑی خوشی وہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ فتح کرلیا۔ ۳۶۰ بت خانہ کعبہ سے نکال دئے گئے بتوں کی خدائی ختم کردی گئی۔ مگر ہم اس روز بھی عید نہیں مناتے اسی طرح ہمارے لئے عظیم ترین یوم مسرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش ہے۔ مگر ہم اس روز بھی ہم عید نہیں مناتے۔ یہ ایک عظیم نعمت ہے

مگر تکوینی امور میں ہمارے عمل و ارادے کا اس میں دخل نہیں۔ مگر اسلام کی تو ہر چیز، ہر حکم اور ہر تعلیم عجیب و غریب اور حکمت و تدبیر سے معمور ہے۔ اسلام انسان کی زندگی کے تمام چیزوں کو خوشیوں اور مسرتوں کو عبادات کے ساتھ اور ایثار و قربانی کے ساتھ وابستہ کرتا ہے۔ عمل کا پہلو ملحوظ رکھتا ہے۔ اللہ نے ہم کو دو عیدیں دی ہیں مگر دونوں عیدیں فتوحات، موسموں کے تغیر و تبدل کے ساتھ اور عظیم تاریخی کارناموں کے ساتھ نہیں وابستہ کئے۔ بلکہ دونوں کو عبادات کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ عید الفطر بھی ایک بہت بڑی مسرت کا موقعہ ہے مگر اس لئے کہ مسلمانوں نے روزہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بھوک، سختی اور فاقہ میں گزار دیا، پیاس میں گزار دیا۔ گرمی برداشت کی، شب بیداری کی۔ نفس کا مقابلہ کیا۔ نفس کو مغلوب اور مسخر کیا۔ نفس کا غلبہ اور اس کو کنٹرول کرنا یہ اسلام کی نظر میں عظیم عمل ہے۔

ہم پہلوان اس کو کہتے ہیں جو دوسرے کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر بیٹھ جائے۔ یا دوسرے کو مار ڈالے۔ لیکن اسلام بتاتا ہے کہ پہلوان وہ ہے جس نے پہلے اپنے نفس کو قابو میں لے لیا۔ یہ نفس بھی ایک عجیب چیز ہے انسان کے امتحان کے لئے اللہ پاک نے ہم کو نفس دیا۔ شیطان اور ابلیس کو جو ہم یاد کرتے ہیں ان کا وسیلہ اور ذریعہ بھی یہی نفس ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب مختلف چیزیں پیدا کیں تو ہر چیز سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور میں کون ہوں؟ ہر چیز نے کہا کہ یا اللہ تو رب ہے اور میں مخلوق ہوں۔

جب نفس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو نفس نے جواب دیا، انت انت و انا انا۔

تو تو اور میں، میں ہوں۔ گویا نفس نے اس وقت بھی اپنی انفرادیت قائم رکھی۔ اور اپنی عبودیت اور خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف نہیں کیا۔ آج مغرب کو بڑی طاقت سمجھا جاتا ہے۔ اس نے دنیا کی بڑی طاقتیں اور قوتیں مسخر کی ہیں۔ پہاڑوں کو مسخر کیا، دریاؤں کو مسخر کیا، سمندروں پر قبضہ کیا۔ چاند پر کمندیں ڈال دیں ستاروں سے باتیں کر رہے ہیں ——— مگر ان کا نفس اندھیروں میں ہے۔ نفس ان پر مسلط ہے۔ مغربی اقوام، اور دہریت کے علمبرداروں اور مسلمانوں میں یہی فرق ہے کہ انہوں نے ساری کائنات زیر و زبر کر ڈالی، مشرق سے مغرب تک پہنچے۔ مگر اپنے نفس کو قابو نہ کر سکے۔ اور نفس کے غلام رہے ؎

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
اپنے افکار کی دنیا میں سحر کر نہ سکا

سورج کی شعاعیں گرفتار تو کر لیں مگر اپنے دلوں کو منور نہ کر سکے۔ اللہ کی بندگی۔ اللہ کی ذات پر یقین و ایمان، حاصل نہیں۔ نفس پر کنٹرول نہیں تو سارا عالم اور ساری دنیا مصیبت میں مبتلا ہے۔ یہ جو ممالک فتح کرتے

ں جنگ کرتے ہیں ظلم کرتے ہیں آج لاکھوں کی تعداد میں افغانستان کے مہاجرین آپ کے ملک میں پناہ گزین ہیں
ب ظالم قوم نے نہتے اور مظلوم افراد پر ظلم و تشدد روا رکھا ۔ یہ کیوں ؟ یہ اس لئے کہ یہ سب نفس کے بندے ہیں ۔
ور یہ ظلم و عدوان نفس کی سرکشیاں ہیں ۔ اسلام کہتا ہے کہ اولاً نفس کو قابو میں لاؤ ۔ نفس بھی بڑے کام کی چیز
ہے جب نفس کو بریک لگا سکتے ہو ، اسلام بھی عبادات و ریاضت کے ساتھ ایثار و قربانی کے ساتھ
نفس کو برائیوں اور گناہوں سے بریک لگوانا چاہتا ہے ۔ اور نفس کو مسخر کرنا چاہتا ہے ۔ بھوک برداشت
اور روزہ رکھو تکالیف برداشت کر لو ۔ پیاس بھی تھی پانی بھی موجود تھا ۔ نفس کا تقاضا ہے کہ پانی پی لے ۔
لیکن چونکہ خدا کا حکم ہے اس لئے نفس کے تقاضے اور خواہش کو دبا کر خود کو پانی پینے سے روکے رکھا گویا نفس
کو مسخر اور مغلوب کر لیا ۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کامیاب قرار دیتے ہیں ۔ واقعۃً یہی لوگ ہیں جو امتحان میں
کامیاب ہوئے ہیں ایسے لوگ ہیں جو اشرف المخلوقات قرار پاتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ساری کائنات میں نے تمہارے لئے مسخر کر دی ہے مگر ہر ایک چیز تم سے چاہتی
ہے وہ یہ کہ ساری کائنات تو میں نے مسخر کر دی مگر تم اپنے نفس کو خود مسخر کرو گے ۔ جب نفس کی تسخیر کا عمل
پورے رمضان میں جاری رہا ۔ اللہ کی بندگی اور ریاضت پر کامیاب اترا تو اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس خوشی
میں تم عید منالو ، عید الفطر کا حکم دے دیا ۔ جو عبادت کے ساتھ وابستہ ہے ۔ اور عبادت کا صلہ اور امتحان کا
انعام ہے ۔ اسی طرح آج کی یہ عید عید الاضحیٰ بھی کسی جشن ، قومی فتح یا موسم کی تبدیلی سے وابستہ نہیں بلکہ
اس کی وابستگی بھی ایک عظیم ترین عبادات سے وابستہ ہے ۔ کہ انسان ایسے مقام تک عروج کر لے کہ اپنے
خواہشات ، جذبات ، احساسات ، محبتیں ، تمنائیں ، مٹا دے ۔ تو پھر اس پر حق ہے کہ عید منا لے ۔ اور یہ
تمناؤں اور اپنے جذبات کو مٹانے اور خود کو ہر وقت ایثار و قربانی کے لئے تیار رکھنے کا عمل قربانی ہے جو ابھی
ہم کچھ دیر بعد کرنے والے ہیں ۔

یہ قربانی کیا ہے ؟ لوگ کہتے ہیں جدید تہذیب کے دلدادہ کہتے ہیں کہ یہ قربانی ضیاع مال ہے ۔ اور حیوانات پر
ظلم ہے ۔ یہ نام نہاد فلسفی اور یورپی تہذیب کے عشاق ، ہمارے قربانی کے خلاف بولتے اور لکھتے رہتے ہیں ۔

یہ سوال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوا تھا ۔ آپؐ کے زمانہ میں بھی وسوسے اور شبہات
پیدا کئے جاتے تھے ۔ آپؐ کے زمانے میں بھی لوگ شبہات ، وساوس پیدا کرتے اور آپؐ سے پوچھا گیا
ما ھذہ الاضاحی یا رسول اللہ اے اللہ کے رسولؐ ! یہ قربانی کیا چیز ہے ہم اعلیٰ حیوانات اور قیمتی جانیں
کیوں ذبح کرتے ہیں ۔ تو آپ نے فرمایا :-
سنۃ ابیکم ابراھیم ! ایک جملہ میں ساری بات آگئی ۔ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے ۔

آپؑ نے فرمایا، فلسفوں اور شکوک و شبہات اور وساوس پر نظر نہ رکھو، حکمتوں پر نظر نہ رکھو، مصالح کو نہ دیکھو مختصر یہ کہ یہ تمہارے باپ کا طریقہ ہے۔ اس کی سنت ہے اور باپ بھی کوئی معمولی نہیں عظیم الشان پیغمبر اولوالعزم پیغمبر جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

اب جو لوگ اپنے باپ کی صحیح اولاد ہے اس کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو ابراہیمؑ کا یہ طریقہ نہیں چھوڑیں گے اس زمانہ میں مختلف قومیں حضرت ابراہیمؑ کی اتباع اور پیروی کا دعویٰ کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام دیا ہے۔

وترکنا علیہ فی الاخرین سلم علیٰ ابراھیم اللہ تعالیٰ نے آخری امتوں میں بھی ان کو عظمت و رفعت اور دبدبہ اور شہرت دے دی۔ یہود کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کرتے ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں۔ ہندوستان کے ہندو اور برہمن کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں۔ براہمہ اور براہمن ابراہیم سے ہے۔ ہندو جو خود کو برہمن کہتے ہیں یہ حضرت ابراہیمؑ سے نسبت کا اظہار کرتے ہیں۔ غرض کل کی طرح آج بھی ابراہیم کو سیادت حاصل ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کون ہیں جو ان کے طریقوں کو اپنائے ہوئے ہیں سچے پیروکار تو وہی ہیں جو ان کی تعلیمات کو اپناتے ہیں چنانچہ اب بھی آپ تحقیقی مطالعہ کریں تو یہود اور نصاریٰ کی کتابوں میں قربانی کا ذکر ہے لیکن یہود اور عیسائی اور دنیا میں کوئی بھی دوسری قوم حضرت ابراہیمؑ کی سنت قربانی پر عمل نہیں کرتی۔ تمام ہندوستان میں کوئی ہندو قربانی نہیں کرتا۔ صرف اور صرف امت مسلمہ ہی ہے جس نے اپنے باپ کی نسبت کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے تو جو بھی اپنے باپ کے طریقہ و طرز حیات اور اس کی سنت کو اپنائے ہوئے ہے وہی ابراہیمی ہے۔

حضرت ابراہیم کی سنت کیا ہے؟ ابراہیم کی سنت صرف یہ نہیں کہ اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں ذبح کر دیا اور بس، ابراہیم کی ساری زندگی اور سارا کردار قربانی کا کردار ہے۔

دینِ اسلام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ملت ابیکم ابراہیم۔ یہ دین اسلام تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔ وہی منشور، وہی لائحہ عمل، وہی دستور، اور رہبری زندگی کا وہی طریقہ جو زندگی گذارنے کے لئے بطور نمونہ سامنے رکھ دیا جاتے ملت کہلاتا ہے۔

ملت امت کو نہیں کہتے۔ ملت اس اجتماعی نصب العین اور پروگرام کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے اجتماعی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر بطور لائحہ عمل ان کے لئے منتخب ہو جائے جیسے کہ آج کل سیاسی جماعتوں کا منشور ہوتا ہے مسلمانوں کا منشور ملت اور لائحہ عمل وہ صرف اور صرف اسلام ہے اور اس پر عمل پیرا مسلم ہیں۔

اور یہ نام بھی ہمارا رکھا ہوا نہیں۔ بلکہ ھو سماکم المسلمین۔

تم مسلمان ہو، یہ نام حضرت ابراہیم نے رکھا، مسلمان کا کیا معنی ہے ؟ مسلمان کا معنی ہے کہ ہر چیز اللہ کے راہ میں قربان کر دے۔ ہر چیز سے دست بردار ہو جا، اور ایک عظیم ذات کے سامنے سرنگوں ہو جا تسلیم اور اسلام کا معنی "سپردن" ہے۔ ایک چیز دوسرے کے حوالے کر دینا ع

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

یہ افغان مہاجر حضرات جن سے آپ کا واسطہ ہے عموماً کہتے ہیں کہ دشمن تسلیم ہو گیا، یعنی جب دشمن ہاتھ اٹھا لے ہتھیار ڈال دے۔ اور مقابلہ چھوڑ کر مطیع ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ تسلیم ہو گیا۔ ہم بھی جب کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم ہر چیز سے دست بردار ہو کر اللہ کی بارگاہ میں تسلیم ہو گئے ہیں تمام خواہشات، نظریات، تمنائیں اور آرزوئیں اللہ کے حوالے کر دیں۔ اور تسلیم بھی کیسی ؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود تسلیم کی تفسیر کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین

کہ میں نے ہر چیز سے رخ پھیر لیا اور صرف ایک ذات یعنی اللہ کی ذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ ذات جو زمین آسمان، تمام کائنات کی مالک ہے۔ لاشریک لہ، اس کے ساتھ اس میں کوئی شریک نہیں وبذالک امرت اور مجھے بھی اللہ نے اسی کا حکم دیا ہے۔ کہ ہر چیز سے کٹ جاؤ اور صرف میرے در پر جھک جاؤ۔ وانا اول المسلمین اس کا معنی یہ نہیں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں اور مجھ سے پہلے کوئی مسلمان ہی نہ تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ جب آپ کا حکم ہو گا تو اس کی اطاعت میں سب سے پہلے آگے بڑھنے والا میں ہوں گا۔ میں کسی سے پیچھے نہیں رہوں گا، صف اول میں آپ کے حکم کے تابعداروں میں ہونگا۔ پھر فرمایا

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ہ

یہ وہ تسلیم ہے کہ میری عبادات، خالص خدا کی رضا کے لئے ہوں گے۔ میری قربانیاں، نسک، نماز اللہ کے لئے ہو گی۔

ترک خواہشں یہ بھی قربانی ہے جی سب کا چاہتا ہے کہ سینما دیکھ لیں مگر نفس کی مخالفت کی۔ نماز بھی قربانی ہے کہ وقت کاروبار کا ہے۔ مگر اس کو ترک کر کے نماز کے لئے وقت فارغ کیا۔ ومحیای ومماتی اور میری زندگی اور میری موت بھی سب اللہ کی رضا کے لئے ہو گا۔

ہم مسلمان ہیں نام ہمارا مسلم رکھا گیا ہے۔ وہاں بھی اسمٰعیل و ابراہیم علیہم السلام دونوں جب خدا کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت اسمٰعیل کو لٹا دیا اور ابراہیم کے ہاتھ میں چھری ہے بیٹے کی گردن پر رکھنے والے ہیں۔

فلما اسلما وتلّہ للجبین ۔ یعنی باپ اور بیٹے دونوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ باپ نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور بیٹے کو جبین کے بل لٹا دیا۔ تو ہم نے کہا اے ابراہیم مبارک ہو، قربانی قبول ہوگئی۔ تمہارے لئے کامیابی اور خوشی و مسرت ہے۔ حضرت ابراہیم نے جب چھری حضرت اسمٰعیل کی گردن پر رکھی تو اوپر حضرت جبرئیل پہنچتے ہیں اور آواز کرتے ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر۔

یہ آپ جو آج کل ایام تشریق میں تکبیرات پڑھتے ہیں اس کا بھی ایک عظیم پس منظر ہے تو حضرت جبرئیل نے آواز دی، ابراہیم چھری مت چلاؤ، یہ امتحان تھا آزمائش تھی مبارک ہو کہ تم اس میں کامیاب ہوگئے۔ تمہاری قربانی قبول ہے سیدنا ابراہیم سمجھ گئے کہ یہ بشارت کی بات ہے خوشخبری ہے تو پکار اٹھے:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر

اب نیچے سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بھی راز کو سمجھ گئے اور خوشی سے پکار اٹھے اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الحمد ۰

یہ جو آپ مسلسل ایام تشریق میں یہ ترانہ اور تکبیرات پڑھتے ہیں یہ حضرت جبرئیل، حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی گفتگو ہے۔ اور ہم اس کی نقل کرتے ہیں۔ یہ تکبیرات یہ رمی جمار، یہ قربانی، یہ طواف، یہ صفا مروہ کی سعی۔ یہ سب ابراہیمی ایثار و قربانی کی یادگار ہیں جس کو اللہ نے محفوظ رکھا ہے۔ ہم اس کی ہمیشہ سے نقل کر رہے ہیں۔ یہ آپ حضرات سب جو قربانی کا فیصلہ کئے ہوئے ہیں یہ سب حضرت ابراہیم کی نقل ہے۔ اور یہ اعلان کرنا ہے

کہ ہماری زندگی کا مقصد یہی ہے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے طریقے اور اس کی سنت زندہ کر دیں اور اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔

ہماری بدقسمتی ہے اس ملک میں ۴۰ سال سے ہم اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں بدقسمتی سے جس مقصد کے لئے یہ ملک حاصل ہوا تھا وہ مقصد حاصل نہیں ہوا تم جانتے ہو کہ جو بھی آیا ہے اس نے اسلام کا نام لیا اسلام کے نام پر اپنے اقتدار کو تحفظ دیا۔ آج ہم معیشت، سیاست، قانون، تعلیم غرض ہر میدان میں یورپ کی نقالی کر رہے ہیں ہم پر ایک مٹھی بھر ٹولہ مسلط ہے ایسا ٹولہ جو انگریز کے چلے جانے کے بعد ان کے مشن اور پروگرام اور طریقوں کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ اس گروہ کے اذہان، ان کا فکر، ان کا ذہن ان کا قلب و دماغ وہی ہے جو انگریز کا تھا۔

ہم انگریز سے آزاد ہوگئے مگر اس کی ایک خبیث ذریت، ایک مختصر ٹولہ جو سارے نظام پر حاوی ہے اس سے ہم آزاد نہ ہوسکے۔ یہ ٹولہ ہماری آزادی اور حریت اسلام اور نظام شریعت کے لئے رکاوٹ ہے۔ آج میں آپ کو ایک خوشخبری سناتا ہوں اے اکوڑہ کے لوگو! تم خوش قسمت ہو اللہ نے تمہیں اسلام کا عظیم مرکز دیا ہے آپ کے شہر سے عالم انسانیت میں جو علوم و معارف اور فیوضات پھیلے ہیں اس کی وجہ سے تمہارا نام روشن ہے۔ آج افغانستان میں بھی، باطل کے خلاف جو قائدین برسرپیکار رہیں وہ تمہارے دارالعلوم حقانیہ کے فیض یافتہ اور فضلاء کرام ہیں

اور یہ بھی سن لو کہ آج بھی پاکستان کے ایوانوں میں شریعت کے لئے ایک جنگ شروع ہے آپ سب روزانہ اخبارات پڑھتے ہیں۔ شریعت بل کا نام آپ سن رہے ہیں جس کے لئے ملک بھر میں ایک زبردست تحریک شروع ہو گئی ہے۔ لاہور، کراچی، سندھ، بلوچستان، سرحد، الحمد للہ کہ اس تحریک کی ابتداء اکوڑہ سے ہوئی۔ اس کا مرکز اکوڑہ ہے اس کے داعی اکوڑہ کے ہیں۔ آج دینی قوتیں، دینی جماعتیں، ہماری کوشش ہے کہ ان کو ایک محاذ پر جمع کرلیں اور ایک بھرپور جنگ کریں حکومت سے اسلام کے لئے۔

اور اس سلسلے میں متحدہ شریعت محاذ بنا دیا گیا ہے جس کے کنوینر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب ہیں آج کراچی سے خیبر تک سارے اکابر علماء، مشائخ اور دینی قوتیں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی قیادت میں متفق ہو رہی ہیں۔ آج تمام ملک میں تحریک چل پڑی ہے۔

اور لوگوں کا اسلامیان پاکستان کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ

اے ظالم حکمرانو! اگر تم چاہتے ہو کہ ملک کا تحفظ ہو استحکام ہو امن ہو، روس سے ہندوستان سے، نجات ہو، سلامتی ہو گلی گلی کوچہ کوچہ میں جو خون بہایا جا رہا ہے اس سے امن ہو تو اس کا واحد راستہ یہی ہے کہ عملاً نظام شریعت نافذ کر دیا جائے۔ ہم نے عملی نفاذ کے لئے سینٹ میں شریعت بل پیش کر دیا ہے۔

اور اس کی سعادت بھی اہل اکوڑہ کو حاصل ہے۔ جس میں آپ کا مکمل حصہ ہے۔ شریعت کے لئے ایوان کے اندر یا باہر جو جنگ بھی ہو رہی ہے۔ اس کے اندر تمہارا پورا حصہ ہے۔

محترم بھائیو! آپ نفاذ شریعت اور شریعت بل کے منظور کروانے کے لئے کیا ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں (تو حاضرین نے ہاتھ کھڑے کئے اور سب نے بلند آواز سے کہا تیار ہیں۔

آج صرف یہ عیدگاہ نہیں پورے ملک میں نظام شریعت کے نفاذ کے لئے شریعت بل کے منظور کرانے کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کا عہد کیا جا رہا ہے انشاء اللہ یہ قربانیاں قبول ہوں گی۔

محترم بھائیو! حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم علیل ہیں اس لئے خود تشریف نہ لا سکے انہوں نے مجھے تاکید کی تھی کہ سب سے میرا سلام عرض کر دیں اور دعائیں بھی اور سب سے میرے لئے دعا کی درخواست کر دیں کہ اللہ کریم خدمت دین اور نفاذ شریعت کے لئے صحت عطا فرما دے۔
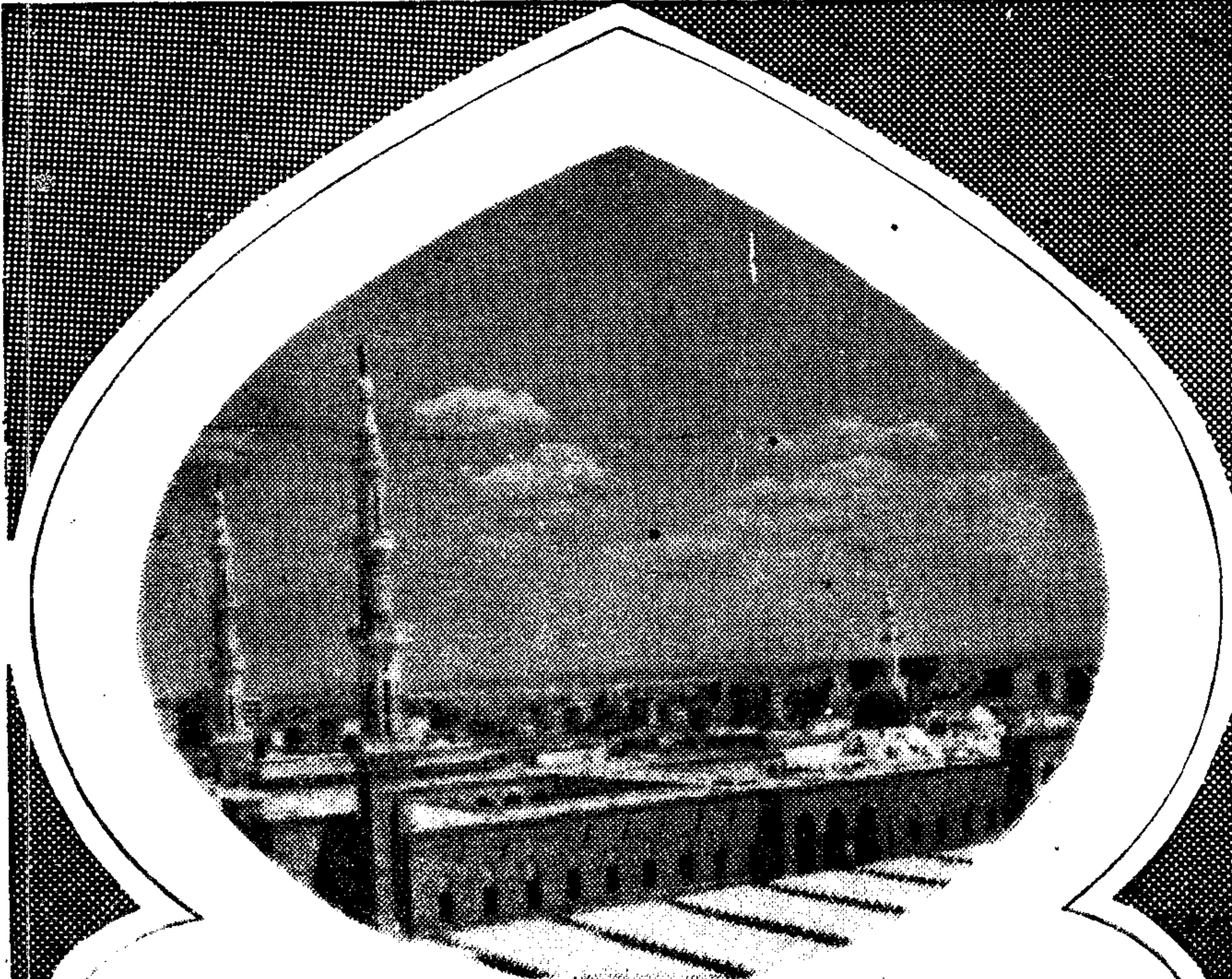
اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

بشکریہ چٹان ۔ لاہور

پی آئی اے کی قادیانیت نوازی

سینٹ میں مرزائی لندن کانفرنس کا تعاقب

سینیٹر مولانا سمیع الحق کا اہم انکشاف

اللہ تعالیٰ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا

مرزا ناصر کی ہرزہ سرائی

قادیانیت ملّت کا ناسور اور بقول جناب شورش مرحوم عجم کا اسرائیل ہے ۔ علما کی مساعی، امت کے اتفاق اور
ملت کی وحدت اور اہلِ اسلام کی زبردست قربانی کے صدقے باری تعالیٰ نے پاکستان میں ان کی قانونی حیثیت غیر مسلم
بنا دی ہے ۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے اسلام چھوڑ کر قادیانیت قبول کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے ۔

قادیانیت، یہودی لابی کا کھلونا، انگریز کا جاسوس اور ملّت اسلامیہ کا ناسور ہے ۔ اس کا ہر قدم، اسلام
کے خلاف، اس کا ہر سفر، قرآن سے بغاوت اور ان کی ہر تدبیر شیطنت کی نذر و بر ہے ۔

مگر عجیب بات ہے کہ یہ حقیقتیں ایسی ہیں حکومت بھی جانتی ہے اور رعایا بھی، مگر اس کے باوجود قادیانیت کو
ملک کے خلاف دشمن سے ساز باز اور تبلیغ کے عنوان سے تخریب کی کھلی اجازت اور سفری مراعات بھی دی جاتی
ہیں ۔ اس بات کا علم تب ہوا اور ملک و ملت کے افراد کے لئے یہ بات غم و غصہ کا ذریعہ بن گئی جب سینٹ میں
حال ہی میں مرزائیوں کے تخریب کارانہ کردار اور ملک دشمن منصوبہ بندی کے راز سربستہ کھلنے لگے ۔ اور حکومت کے
بعض کارندوں کی مرزائیت نوازی طشت از بام ہو کر عوام کے سامنے آگئی ۔

۱۰ر جولائی کی سینٹ سیکرٹریٹ رپورٹ کے حوالے سے گزارش ہے کہ گذشتہ سال مرزائیوں نے ربوہ کی بجائے
لندن میں کانفرنس کا انعقاد اور پھر یہاں سے اس کی مکمل تیاریاں اور حکومت سے اس کے لئے کھلی اجازتیں، سہولتیں
جب علماء پر ظاہر ہوئیں تو سینیٹر مولانا سمیع الحق نے تحریک التوا پیش کر دی ۔ اور قادیانیوں کی بیرون ملک ،
ملک دشمنی پر مبنی شہادتیں اور سینٹ میں مرزائی لیڈر مرزا ناصر کی اس کانفرنس میں کی گئی تقریر کی کیسٹ کا بھی
ذکر کر دیا ۔ جس میں اس نے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا اعلان کیا تھا ایسی کانفرنس جو سراسر پاکستان کے
نظریے اعتقاد، ملکی آئین اور استحکام کے خلاف تھی کے لئے حکومتی محکموں کی مراعات کو ایوان کے استحقاق کو
مجروح کرنے کے مترادف قرار دیا ۔ اور اس پر حکومتی مراعات کا ثبوت بھی فراہم کر دیا حکومتی پارٹی میں کوئی بھی ایسا نہ تھا

جو یہ جرأت کرسکتا کہ مراعات کا انکار کردے اور یہ کہہ دے کہ حکومت نے قادیانی فرقے کو ایسی رعایات نہیں دیں۔ وجہ یہ تھی کہ مولانا سمیع الحق نے تحریک التوا کے ساتھ پی آئی اے ڈائریکٹر کی نقل بھی ساتھ منسلک کردی تھی اس موضوع پر جناب قاضی حسین احمد صاحب، قاضی عبداللطیف صاحب نے بھی خیالات کا اظہار کیا۔ اور یہ بات اس وقت مزید واضح ہو کر قوم اور اہل اسلام کے سامنے آگئی اور سینٹ کے ریکارڈ میں محفوظ ہوگئی۔ جب سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان کی دعوت پر مولانا سمیع الحق نے ایوان میں تقریر کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا۔

جناب چیئرمین! میں صرف اس موضوع پر اتنا عرض کروں گا کہ یہ کوئی سیکولر ملک نہیں ہے۔ ایک نظریاتی ملک ہے اور ہم ایک نظریئے کا پرچار کرتے چلے آئے ہیں۔ یہاں سے باہر جو وفود جائیں گے ہم ان کے نظریات کو دیکھیں گے کہ وہ کس مقصد کے لئے جارہے ہیں۔ ہم قادیانیوں کو ایک مذہبی فرقہ بالکل تسلیم نہیں کرتے۔ ہم نے بارہا توجہ دلائی ہے کہ یہ ایک سیاسی محاذ ہے جو عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔ ان کی ساری سرگرمیاں سیاسی ہیں اور یہ ان کے کنونشن کے بارے میں جو پچھلے سال ہوا تھا میں نے پچھلے دنوں آں جناب کی خدمت میں ایک تحریک پیش کی تھی جس میں مرزائی لیڈر مرزا ناصر کی ان تقریروں کا حوالہ دیا گیا تھا جو اس نے لندن کے ایک اجتماع میں کی تھیں اور میں مرزا ناصر کی تقریر کا کیسٹ بھی لایا تھا اور میں نے گذارش کی تھی کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو اس کیسٹ کے ایک دو جملے سارے ایوان کو سنا دئے جائیں گے۔ وہ کیسٹ اب بھی میرے پاس موجود ہے اور اس لندن کنونشن میں مرزا ناصر نے کہا کہ

"اللہ تعالیٰ اس ملک پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کو تباہ کردے گا۔ آپ بے فکر رہیں، چند دنوں میں آپ خوشخبری سنیں گے کہ یہ ملک صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گا۔"

مولانا سمیع الحق کو شکایت تھی جیسا کہ سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹنگ کے صد ۶ پر ان کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے انہوں نے کہا

کہ اس قدر اہم مسئلہ پر حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی نہ انٹیلی جنس نے نہ ایف آئی اے نے اور نہ ہی وزارت داخلہ نے اس کا کوئی نوٹس لیا۔

پاکستان کے وزیر انصاف جناب اقبال احمد خان صاحب نے اس موقعہ پر بھی اتنی اہم اور نازک زیر بحث آمدہ صورت حال کو اپنے وزارتی انداز کلام سے ٹرخانا چاہا تو مولانا سمیع الحق نے اس موقعہ پر بڑے کام کا لطیفہ سینٹ کو سنا دیا۔ کہنے لگے کہ انہی مرزائیوں نے پاکستان کے بارہ میں زہریلا لٹریچر بھی چھاپا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ امریکی صدر کسی ملک گئے۔ صدر سے ایک شخص کا تعارف کرایا گیا کہ یہ وزیر ریلوے ہے۔ تو وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ وزیر ریلوے کیسے ہے اس ملک میں تو ریلوے ہے ہی نہیں۔ تو انہیں جواب دیا گیا کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے پاکستان میں

وزیرِ انصاف ہے ۔ کہ انصاف ہے نہیں اور جناب، وزیرِ انصاف موجود ہیں۔

مولانا سمیع الحق اپنی بات پر زور دے کر کہنے لگے کہ قادیانیت ایک اسلام دشمن سیاسی جماعت ہے اگر اس واقعہ کا سختی سے نوٹس نہ لیا گیا تو اس سے نہ صرف اہلِ پاکستان بلکہ تمام عالمِ اسلام کو شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اس وقت حیرت کی انتہا نہ رہی جب بعض سرکاری وکیلوں نے قادیانیت کو دی گئی مراعات کو تبلیغی جماعت سے تشبیہ دی ۔ ارکانِ پارلیمنٹ سر پکڑ کر رہ گئے۔

سینیٹر مولانا سمیع الحق نے اس موقعہ پر بھی حکومت اور ایوان پر مرزائیت کا شرمناک کردار واضح کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ مرزائی اقوام متحدہ میں اور دنیا بھر کی لابیوں میں ہمارے خلاف لگے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف لٹریچر پھیلا رہے ہیں ۔ اور لٹریچر میں یہاں تک ہے کہ بنیادی حقوق کا قاتل ضیاء الحق اور صدر کا عجیب منحوس کارٹون دیا ہے ۔ علاوہ ازیں دنیا بھر کے خرافات اسی لٹریچر میں بھرے ہوئے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو پابند کریں باہر ملک سازشیں بنانے والوں کو رعائتیں دینا کہاں کا انصاف ہے ۔ کل اگر وہاں الذالفقار تنظیم کا اجلاس ہو تخریب کار جمع ہوں تو کیا ان کو بھی رعائتیں دی جائیں گی۔

مولانا سمیع الحق نے کہا اسے تبلیغی جماعت سے مشابہت دینا سراسر ظلم ہے تبلیغی جماعت اسلام اور امن و سلامتی کا پیغام دنیا میں پھیلا رہی ہے ۔ اس جماعت نے دنیا بھر میں اسلام اور پاکستان کا نام روشن کیا ہے ۔ مرزائیت اہلِ اسلام کے لیے شرمناک اور گھناؤنا کردار ادا کر رہی ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ ایوانِ بالا میں قادیانیت کا اصل روپ ایک بار پھر ارکانِ پارلیمنٹ کے سامنے نکھر کر آ گیا۔

اور اب ہم نے یہ تفصیل سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے اخذ کر کے قارئین کے سامنے پیش کر دی تاکہ ملت کے بہی خواہ بیدار ہوں۔

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ،
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب
حُسین
کے
پارچہ جات
حُسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں،
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی،
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حُسین کے پارچہ جات،
شہر کی ہر بڑی دُکان پر،
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رَو
حُسین ٹیکسٹائل ملز
حُسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

SOHRAB
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سُہراب

مولانا عبد القیوم حقانی

شیخ الحدیث
مولانا عبد الحلیم صاحب زروبویؒ

ایک جامع الصفات والکمالات شخصیت

دار العلوم دیوبند کے بعد جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے اساتذہ وطلبہ اور اس سے تعلق رکھنے والے فضلاء، اکابر علماء اور حقانی برادری دار العلوم کے یوم تاسیس سے ایک ایسا نور ایمان سے معمور چہرہ جسے دیکھ کر علماء سلف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی کے دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے جسکی ہر ادا سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ٹپکتی، علم ومعرفت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جھلکتی نظر آتی تھی۔

میانہ قد، اعضا متناسب، انار کی طرح سرخ اور گلاب کی طرح شاداب چہرہ، آنکھوں میں سرخی اور شب بیداری کے آثار، نگاہیں جھکی ہوئی، چال متین اور باوقار، دار الاقامہ سے مسجد، مسجد سے گھر اور گھر سے دا ال شت تک آنے والی ایک معصوم صورت اور بزرگ سیرت ہستی جسکو بارہا دیکھا اور سنا جارہا تھا۔ مگر پھر بھی طب ہو نہ ہوتی ہے

سو بار اس کو دیکھا پھر بھی یہ کہا میں نے   میں نے ابھی تک جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

یہ تھے استاذی واستاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبد الحلیم صاحب زروبویؒ صدر المدرسین دار العلوم حقانیہ، کچھ عادت اللہ ہی ایسی چلی آرہی ہے کہ جن لوگوں نے مستقبل میں بڑا بننا ہوتا ہے۔ دین وشریعت اور ملت کی خدمات میں بڑا مقام حاصل کرنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ابتداء ہی سے ان کو فطری صلاحیتوں، بلند استعداد، کمالات اور نیکی کے غالب رجحانات دے کر پیدا فرماتے ہیں۔ حضرت صدر صاحب مرحوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم سے خاندانی مناسبت، خداداد حافظہ وذہانت، سخت محنت ومشقت، شوق مطالعہ، ذوق علم اور سب سے بڑھ کر توفیق خداوندی نے انہیں اسلامی علوم اور اسلامی کتب خانہ پر عبور اور زبردست علمی تبحر عطا فرمایا تھا۔

آپ کے اساتذہ، اکابر علماء اور معاصرین جو سن میں آپ سے بڑے اور اپنے زمانے کے مسلّم الثبوت استاد اور امام فن تھے۔ سب آپ کے تبحر وجامعیت کے معترف اور علمی کمالات کے قائل تھے۔ انکی ذات عجیب جامع صفات تھی، علمی گہرائیوں، تدریسی مشاغل، وسعت مطالعہ کے ساتھ ساتھ فیاضی، سیر چشمی،

اخلاقی بلندی اور خلق و مروت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ مہمان نوازی، ظرف کی وسعت، اور مہمانوں کی خاطر و تواضع میں دوست دشمن اور مخالف، موافق کی تفریق سے ناآشنا تھے، فقیری میں شاہی شان رکھتے تھے، اخلاق کے معلم اور روحانیت کے پیکر تھے، آپ کا کمرہ فقر و درویشی کے باوجود علم و فضل کا دلکش منظر پیش کرتا تھا، دنیا کی رنگینیوں سے نفرت تھی، نہ صوفے نہ گدے نہ قالین، بس زمین کا کھردرا فرش یا دارالعلوم کی ٹوٹی پھوٹی چارپائی آپ کی خواب گاہ تھی، بے تاج کے تاجدار تھے۔ خلوتوں اور تنہائیوں سے ناآشنا تھے۔ ان کی خلوت بھی جلوت تھی۔ زندگی کا ہر ہر گوشہ آئینہ کی طرح صاف شفاف اور روشن تھا۔ عشق و محبت کی شوریدگی زندگی کے ایک ایک پہلو میں نمایاں تھی۔

حضرت صدر صاحب مرحوم کیا تھے، بس اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ان کی ذات شریعت کا دارالافتاء، طریقت کی خانقاہ اور علم و ادب کا پلیٹ فارم تھا۔ فارسی، اردو، عربی اور پشتو کے ادیب، ظریف اور اچھے انشاء پرداز تھے۔ آج ان کی تصویر، ذاتی خوبیوں کی تصویر، ابھر ابھر کر سامنے آرہی ہے۔ ان کی کون کون سی خوبیاں گنی جائیں۔ ذاتی خوبیوں کو گنوانے پر آئیے تو بڑے مہمان نواز، بڑے فیاض، بڑے ملنسار، بڑے ذی مروت، جود و کرم کے پتلے اور ہر شخص کے کام آنے والے تھے۔

دارالعلوم حقانیہ میں استاذی و استاذ العلماء محدث کبیر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے بعد دوسری اہم علمی اور محبوب شخصیت صدر صاحب مرحوم ہی کی تھی جس کی وجہ سے دارالعلوم جید الاستعداد اور عالی ہمت طلبہ کا مرکز بنا رہا، یہ ان ہی کی محنت و مشقت اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کیساتھ زبردست معاونت و نصرت، مخلصانہ رفاقت کا نتیجہ ہے کہ آج گلشن علوم نبوت دارالعلوم حقانیہ کی آبیاری میں انہی کی شب بیداریاں، روحانی و علمی کاوشیں، سینکڑوں طالبان علوم نبوت کی تمناؤں کا مرغزار ان کے آرزوؤں کا گلزار اور ان کی خواہشوں کا سبزہ زار بنا ہوا ہے۔ یہ دارالعلوم ان ہی کا مکتب ہے اور ان ہی کا علمی دبستان ہے جو طلبۂ دینیہ کے جذبات کا خمکدہ ہے۔ ان کے احساسات کا گلکدہ ہے۔ اور ان کے پاکیزہ تخیلات کا عشرت کدہ ہے اور عجب یہ کہ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم کیساتھ ہر مشکل اور صعب ترین مرحلہ میں ہر قسم کی رنگا رنگیوں کے باوجود اس گلشن حقانی کو سرسبز و شاداب رکھا۔ زادھا اللہ شرفاً و کرماً۔ اساتذہ اور طلبہ آپ کے خلوص و علم دوستی تواضع، حسن اخلاق اور قدر شناسی کے قائل اور بڑے معترف تھے۔ آپ کے پاس نہ جوش خطابت تھا نہ الفاظ کی طلسم بندی، اور نہ دقیق منطقی دلائل سے کام لیتے نہ مروجہ خطابت کا حربہ چلانا جانتے تھے۔ بس اپنی صداقت اور اخلاص کے ساتھ جب بھی حاضرین و سامعین بالخصوص دوران درس طلبۂ علوم دینیہ کی طرف التفات فرماتے تو معلوم ہوتا کہ شفقت و محبت کے دریا کا

بند ٹوٹ گیا ہے، اور چشمہ ہے کہ ابلا پڑتا ہے۔ اساتذہ و طلباء اور مخلصین و محبین گرویدہ اور فریفتہ۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو منہ کی زبان کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

درس اور مسندِ حدیث پر جلوہ افروزی کا منظر کیا بیان کیا جائے بس ان کے مسندِ حدیث پر جلوہ افروز ہونے اور علوم نبوت کی تدریس کے دوران حقیقت اپنی پوری شانِ تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی تھی۔ حاضرین و سامعین بالخصوص طالبانِ علومِ نبوت، دارالحدیث میں صدر صاحب مرحوم کی صورت میں ایک درخشاں چہرے، ایک نورانی تبسم، ایک دلآویز اور شیریں گفتگو اور ایک پُراسرار انداز کی نگاہ کی دلآویزی سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آسمان کے سورج کیطرح محبت کا بھی ایک سورج ہوتا ہے۔ یہ جب چمکتا ہے۔ تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔

مسندِ حدیث ہو، دارالحدیث ہو، درسگاہ ہو، نجی محفل ہو، سفر ہو یا حضر، آپ کی دلنواز اور شیریں آواز ایسی آواز جو سراسر شفقت، اور ہمدردیوں میں ڈوبی ہوئی آواز تھی، ایسی آواز جس سے ہمت، افزائیاں اور سرفرازیاں حاصل ہوتیں جس سے مایوسیوں میں ڈھارس بندھتی، گفتگو ایسی شیریں اور اندازِ تخاطب، ایسا مشفقانہ تھا کہ دنیا کی ساری راحتیں اور سکون گویا ان ہی کی نظرِ عنایت میں سما کر رہ گیا تھا۔

احقر کا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جب کبھی بھی صدر صاحب مرحوم کا کسی سے تعلق پیدا ہوا اس کو ہر موڑ پر سخت اور مشکل حالات میں بھی حد درجہ وفاداری سے نبھایا۔ یہی آپ کا جذبۂ وفاداری اور اندرونِ دل عشق و محبت کی چنگاری تھی کہ حضرت مولانا عبدالمالک نقشبندی کی دارالعلوم حقانیہ میں تشریف آوری کے موقعہ پر آپ کی عظیم صلاحیتوں پر نظر پڑی تو یک قلم آپ کی باطنی استعداد کو دیکھ کر آپ کو اجازتِ بیعت بھی مرحمت فرمائی اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔

تدریس پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ پڑھاتے، پوری مستعدی، تن دہی اور دلسوزی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے، بڑے بڑے حوادث، انقلابات، اساتذہ کا عزل و نصب، اسٹرائیکس، مالی بحران اقتصادی مشکلات آپ کے پائے استقامت میں لغزش یا آئین وفا میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکے۔ تدریس کے دوران اپنے مختصر مگر جامع انداز کے مخصوص لب ولہجہ میں بحث و تحقیق میں ڈوب جاتے۔ طرزِ تدریس محدثانہ تھا آپ کی درسی گفتگو اور معرکۃ الآراء مباحث پر تقاریر سے سننے والے تو اندازہ لگا چکے، مگر اب پڑھنے والے بھی آپ کے سینکڑوں صفحات میں پھیلی ہوئی درسی تقاریر، بالخصوص امالی صحیح مسلم شریف (جس پر رفیق محترم حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب کام کر رہے ہیں۔) کا مطالعہ کر لیں، یقین جانئے آپ کے ہر ارشاد سے علم کی گہرائی،

تحقیقات کی ندرت ، مشکلات کی عقدہ کشائی ، ذاتی تجربات ، اذواقِ صحیحہ ، مجتہدانہ علم و نظر ، کتاب و سنت ، کا صحیح و عمیق فہم ، مقامِ نبوت کی حرمت و عظمت جھلکتی نظر آتی ہے ۔ اکابر علماء اور اساتذہ سے یہی سنا کہ عظیم محدث حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا طرز بھی یہی تھا ۔

دوران درس طلبہ میں ذوقِ مطالعہ اور تحقیقِ مسائل کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے ۔ اس لئے تدریس کے دوران زیادہ تر ان ہی کتابوں کا حوالہ دیتے جن کا پایہ مسلّم ہے ۔

صدر صاحب مرحوم کے درس کی ایک برکت اور نقد ثمرہ یہ تھا کہ فنِ حدیث سے مناسبت اور اس کی بنیادی کتابوں سے زیادہ واقفیت پیدا ہو جاتی تھی ۔ ان کے طبقات و درجات سے پوری آگاہی حاصل ہو جاتی نیز طالبان علوم نبوت کو اسماء الرجال اور اصولِ حدیث کی اہم کتابوں کا تعارف حاصل ہو جاتا ۔ کتابوں کے تعارف میں آپ کے جملے مختصر مگر دسیوں عنوانات کے جامع ہوتے تھے ۔ یہی کیفیت آپ کے تدریسی تقاریر کی ہے ۔ آج بھی صحیح مسلم کی امالی پڑھتے چلے جائیے اور اندازہ لگاتے چلے جائیے ، قوتِ استدلال غضب کی ، بیان کی دلآویزی ، زبان کی شگفتگی ، دلائل کی قوت ، بحث کے اطراف و جوانب کی جامعیت سب مل ملا کر ایک عجیب سماں پیدا کر دیتے ہیں ۔

آپ ، اساتذہ قدیم کی مکمل یادگار تھے ۔ سب کشتیاں جلا کر علم کے آستانہ پر آکر پڑ گئے تھے ۔ احقر کو جب چکوال سے دارالعلوم حقانیہ میں تدریس ، تصنیف و تالیف اور مؤتمر المصنفین کی رفاقت میں کام کرنے کی غرض سے بلایا گیا تو یہاں آنے پر پہلے ہی سال میرے مشورہ کے بغیر میرے نام تدریس کے لئے دیوانِ متنبی لکھ دی گئی اور نقشہ اسباقِ کتب لٹکا دیا گیا ۔ احقر گھبرایا گھبرایا حضرت صدر صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا : کتاب نہ بدلواؤ ، خوب محنت اور مطالعہ کر کے پڑھاؤ ۔ یہاں جس نے بھی کتاب بدلوائی اس کا طلبہ نے بوریا بستر بندھوایا ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ایسا ہوا تھا ۔ مجھے جب تدریس کے لئے بلایا گیا تو مجھے بھی متنبی دی گئی ۔ حاسدین و مخالفین نے طرح طرح کے حربے استعمال کئے ۔ مگر الحمدللہ کہ میرا ذوق ادبی اور مطالعاتی تھا طبیعت میں تجسس اور طلب ہے ، خوب مطالعہ کیا ، محنت کی ، اور متنبی ایسی پڑھائی کہ مخالفین بھی داد دئے بغیر نہ رہ سکے فرمایا : آپ بھی ہمت کریں ، ہم دعا کریں گے ۔

حضرت صدر صاحب مرحوم کے مشورہ سے احقر نے دیوانِ متنبی کے بدلوانے کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت کی خصوصی توجہ اور دعا سے پڑھانا شروع کر دیا ۔ حضرتؒ نے مطالعہ اور بحث و تحقیق کے جو اصول بتا دئے تھے ۔ اس کے پیش نظر ابتداء میں ایک ایک شعر پر تین تین روز تک بحث و تحقیق جاری رہتی تھی ۔ حضرت صدر صاحب مرحوم کی دعا خصوصی توجہ مشورہ اور طریق مطالعہ و تحقیق کی نشاندہی کی برکت تھی کہ اس سال احقر کی متنبی دارالعلوم

حقانیہ میں مقبول ہوئی۔

مجھے اپنی لیاقت تو معلوم تھی ہی مگر طلبہ کی مٹنی میں حاضری اور ذوقِ سماع دیکھا تو برخود غلط ہونے کی
بجائے یقین تھا کہ سب کچھ حضرت صدر صاحب مرحوم کی دعا کی برکت ، طریق تحقیق و مطالعہ کا ثمرہ اور ان ہی
ی کرامت تھی ورنہ ع

بہائے خویش می دانم بہ نیم جو نہ می ارزد

صدر صاحب مرحوم کی سب سے اہم ترین اور نمایاں صفت ان کی سادگی اور طلبہ کے ساتھ
شفقت و مساوات کا تعلق تھا جس کی مثال شاذ و نادر ہی آج کے اساتذہ میں کہیں نظر آتی ہے وہ اپنی اولاد
ور طلبہ میں کوئی فرق اور امتیاز روا نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ یہ بھی دیکھا گیا اور بارہا دیکھا گیا کہ لائق اور محنتی طلبہ کو بعض
ںالات میں اولاد پر بھی ترجیح دیتے تھے۔ طلبہ کے کاموں اور ان کی ضرورت میں بے تکلف شریک ہو جایا کرتے
فیاضی ، فراخدلی ، طبعی ، فطری اور موروثی تھی دوسروں پر بالخصوص طلبہ پر خرچ کر کے بڑے خوش ہوتے تھے۔
سفر و حضر میں ، سادگی ، بے تکلفی عدم امتیاز اور مساوات کی عادت گویا ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی اور الحمدللہ
نہ صدر صاحب مرحوم کی زندگی کے آخری سفر میں مجھے اور رفیق محترم مولانا قاری عمر علی صاحب کو معیت و رفاقت
ور خدمت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

جب کراچی سے مرحوم کے برخوردار مخدوم زادہ محمد اسمٰعیل نے بذریعہ فون حضرت شیخ الحدیث مولانا
بدالحق صاحب دامت برکاتہم کو صدر صاحب کی کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز واپسی کی اطلاع دی اور یہ بتایا کہ
رحوم پنڈی میں اتریں گے۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا صبح سویرے پنڈی پہنچنا ہے کہ صدر صاحب
ہ آسانی سے ہوائی جہاز کے اڈہ سے ان کے گھر زروبیؒ پہنچایا جا سکے ، چنانچہ ہم دونوں راتوں رات روانہ ہوئے
بح جہاز کی آمد کے وقت اڈہ پر پہنچ گئے جب آپ تشریف لائے تو آپ کو موٹر میں سوار کر کے زروبیؒ کو روانہ
ہوئے ، راستہ میں صدر صاحب مرحوم کا سر مبارک احقر کی گود میں رہا۔ بیماری اور ضعف و نقاہت کے باوجود
ام راستے شفقت ، محبت اور بے تکلف مربیانہ نصائح سے نوازتے رہے۔ بعض اہم تجربات ، نصائح اور
یات سے نوازا۔ اور الحمدللہ کہ مشکل ترین حالات میں جب آپ کے بتائے ہوئے نشانِ راہ پر چلا تو بادل
ٹ گئے ، تاریکیاں کافور ہوئیں اور اطمینان و سکون کی روشنیاں حاصل ہوئیں۔

آج مرحوم اس دنیا میں نہیں ہیں ، مگر ان کی تعلیمات ، سیرت و اخلاق ، نصائح و ہدایات ، درس و
ہ ، سینکڑوں تلامذہ اور علمی ، قومی اور ملی خدمات سے ان کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

- جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک فراموش شدہ غدار
- ولی خان اور قادیانیت

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک فراموش شدہ غدار

سیرت نگاری کی نسبت علامہ شبلی مرحوم کا نقطہ نظر مشرقی "تذکرہ نویسوں کے زاویہ نگاہ سے بالکل مختلف تھا۔ ان کی رائے تھی کہ سیرت نگار کو صاحب سیرت ندگی کا ہر پہلو دکھانا چاہئیے۔ سیاہ بھی اور سفید بھی۔ روشن بھی اور تاریک بھی۔ وہ ان لوگوں کے مخالف جو کسی کے معائب دکھانے کو تنگ خیالی اور بدطینتی سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ

"اگر یہ صحیح ہو تو موجودہ یورپ کا مذاق اور علمی ترقیاں سب برباد ہو جائیں"

یہ وہ الفاظ ہیں جن سے شیخ محمد اکرام آئی سی ایس کی کتاب "شبلی نامہ" کا آغاز ہوتا ہے۔ شیخ صاحب شبلی کے ایک خط کا ذکر کرتے ہیں جو نواب حبیب الرحمن خان شروانی کو لکھا گیا۔ نواب صاحب صحابہ ؓ پر کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ شبلی انہیں مشورہ دیتے ہیں۔

"صحابہ ؓ کے حالات سے بڑھ کر کوئی چیز ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتی۔ لیکن ہر پہلو کو لیجئے۔ اور ان ؤں کو صاف دکھائیے جن سے آج کل کے مولوی قصداً چشم پوشی کرتے ہیں"

شیخ صاحب کو افسوس ہے کہ "شبلی بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ جس قسم کی سوانح نگاری کے وہ خلاف تھے کا سب سے بڑا دارالاشاعت ان کا اپنا دارالمصنفین ہوگا۔ اور اس کا سب سے نمایاں نمونہ ان کی اپنی نح عمری حیات شبلی ہوگی"

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔ "بائیوگرافی اب فقط سوانح نویسی نہیں بلکہ سیرت نگاری ہو گئی ہے۔ "تذکرہ ر کا کام فقط صاحب تذکرہ کے ظاہری کارنامے گنانا نہیں بلکہ اس کی شخصیت کو بے نقاب کرنا اور اس سیاتی ساخت کی ایک روشن اور واضح تصویر کھینچنا ہے۔" بقول شیخ صاحب الٹن اسٹریچی نے سیرت

نگاری کو ایک ہلکی پھلکی چیز بنا دیا ہے جس میں افسانے کی دلچسپی اور عام نفسیات کی ژرف بینی آگئی ہے
اس زور دار تمہید کے بعد شیخ صاحب کے پاس "رندوں میں رند" اور "اردو میں عشقیہ خطوط کے بانی"
شخصیت کو بے نقاب کرنے کے لئے اچھا خاصا جواز موجود تھا۔ شاید ابھی وہ مطمئن نہیں تھے۔ اس لئے ایک
خطرناک "لہر" کا تذکرہ کرتے ہیں کہ:-

"نہ صرف ہمارے ارباب علم و ادب نے دوسرے ملکوں کی فنی اور علمی ترقیوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں
ملک میں ایک نیا رجحان پیدا ہوا ہے۔ جو صحیح سیرت نگاری کے لئے بادِ سموم کا اثر رکھتا ہے۔ یعنی
اکابر اور رہنماؤں کی اخلاقی حالت تنزل کر رہی ہے۔ بالکل اسی تناسب سے قوم میں یہ جذبہ بڑھ رہا۔
انہیں ہر طرح سے بے عیب و سقم بنا کر پیش کیا جائے"

ایک خوبصورت فقرہ اور ملاحظہ فرمائیے کہ "یہ قومی بہی خواہی کا راستہ ہے۔ کہ حقیقت سے چشم
کر کے تذکرہ نگار ریا کاری کے فروغ کا اور سامان کرے"

واقعی شبلی نامہ میں علامہ کی زندگی کا ہر پہلو دکھایا گیا ہے۔ روشن بھی اور تاریک بھی۔ یہ الگ با
کہ شیخ صاحب نے تاریک پہلوؤں پر کچھ زیادہ ہی زورِ قلم اور وقت صرف کر دیا ہے۔ اس کا ثبوت شبلی
آخری فقرہ ہے۔ جو شیخ سعدی کے قطعہ کا ترجمہ ہے۔ اور عطیہ بیگم سے مستعار لیا گیا ہے۔

"انسان کے علم کا اندازہ تو ایک دن میں ہو جاتا ہے لیکن نفس کی خباثت برسوں میں بھی معلوم نہیں
اور ہم بھی اسی لاعلمی میں رہے"

شبلی نامہ طبع بمبئی میں شیخ محمد اکرام کی حقیقت پسندی سے شکایت نہیں۔ گلہ ہے تو یہ کہ اس غ
رجحان سے وہ بمبئی میں محفوظ رہے۔ لاہور آ کر اس کا شکار ہو گئے۔ ہو سکتا ہے کہ مرض کے جراثیم بمب
ہی حملہ آور ہو گئے ہوں کیونکہ بیچارے شبلی پر انہوں نے جو کرم فرمائی کی اس کی وجہ یہ بھی تو ہو سکتی ہے
سلیمان ندوی نے حیات شبلی میں ایک بحث میں جہاں ہمارے خیال میں سید نے میزانِ عدل کا پلہ جھکا ہی
بلکہ بٹھا دیا ہے۔ یہ حصہ سرسید کے متعلق ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"شبلی اور سرسید کے متعلق انہوں نے (سید سلیمان) جس انداز سے بحث کی ہے اس سے ہمارے خ
شبلی کو بجائے فائدے کے نقصان ہو گا" اگر شبلی نامہ میں کہیں شبلی کے بارے میں حقائق تلخ یا مسخ نظر آئیں
ماننے کی ضرورت نہیں کہ شیخ صاحب کے پاس خود شبلی نعمانی کی تائید موجود ہے۔ کہ "یہ وہی طریق کار ہے
شبلی تلقین کرتا تھا" (شبلی نامہ طبع بمبئی ص۱۰۱)

صاحب تذکرہ کی شخصیت کو بے نقاب کرنا، سوانح نویسی کی بجائے سیرت نگاری کو مطمح نظر بنا

تاریک پہلوؤں کو واضح کرتا۔ اگر یہی علم، سچائی۔ تاریخ و تحقیق کا راستہ ہے تو اجازت دیجیے کہ سرسید احمد خان
تاریک و سیاہ پہلو کو منظر عام پر لایا جائے۔ اس گھناؤنے کردار کا بہ نظر انصاف جائزہ لیا جاتے جو اس
۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ادا کیا تھا۔

سرسید کے درجنوں تذکرے لکھے گئے۔ کتنے ہی عالم و فاضل حضرات کے سینکڑوں مضامین اور مقالے
رسائل و جرائد میں شائع ہوئے، اور ہوتے رہتے ہیں لیکن کسی نے بھی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سرسید احمد خان
وفادارانہ (یا غدارانہ) کردار پر کوئی خاص روشنی نہیں ڈالی مجھے زیادہ حیرت تو جدید نقطہ نظر و زاویہ نگاہ کے
دار شیخ محمد اکرم کے رویہ پر ہے۔ انہوں نے "موج کوثر" میں سرسید کے روشن پہلو تک قلم کو محدود رکھا
ج کوثر میں سرسید کے علم، زہد و تقویٰ، قلندرانہ مزاج اور تعلیمی و سیاسی خدمات کا ذکر کافی مبالغہ آرائی سے
لیا ہے۔ انتہا یہ کہ ڈاکٹر سید عابد حسین کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ "انہیں (یعنی سرسید کو) اس تدبر اور حکمت
کا بچا کھچا سرمایہ ملا تھا جس کی بدولت مسلمانوں نے سات، آٹھ سو سال ہندوستان پر حکومت کی" (موج
ص ۱۵۳) ہم سرسید احمد کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے "تاریخ سرکشی ضلع بجنور" میں حقائق و واقعات کو
نداری سے لکھا۔ اپنی وفاداریوں اور کارگذاریوں کا ذکر فخریہ انداز میں کیا۔ واقعۃً سرسید نے تاریخ سرکشی
میں بیباکی اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس دیدہ دلیری کی وجہ ہو کہ جب یہ تاریخ لکھی
تو انگریز بہادر کے ساتھ ان کی وفاداری "مسلّم" ہو چکی تھی۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ سرسید اپنی شاہکار
آثار الصنادید کے معاملے میں بزدلی کا مظاہرہ کر چکے تھے۔ یعنی آثار الصنادید کے دوسرے ایڈیشن
جو کہ ۱۸۵۴ء کو شائع ہوا۔ چوتھا باب نکال دیا جس میں دہلی کے عالموں، صوفیوں اور شاعروں کا حال درج
وجہ ضیاء الحسن فاروقی سے سنئے۔

"آثار کے دوسرے ایڈیشن کی ترتیب میں مسٹر طامس (ایڈورڈ طامس سشن جج دہلی) کا مشورہ شامل تھا
ایسا تو نہیں کہ چونکہ چوتھے باب میں "وہابی" علماء کا بھی حال شامل تھا اور ان سے سرسید کی عقیدت
ظاہر ہوتی تھی اس لئے انگریز جج نے مشورہ دیا کہ اس باب کو نکال دیا جائے۔ اس وقت صورت یہ تھی
سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے شعلے بھڑکے ہوئے تھے۔ اس کی حرارت ابھی باقی تھی۔ اور ایسی چنگاریاں
موجود تھیں جن سے انگریزوں کو خوف محسوس ہوتا تھا۔ ادھر ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا جب سرسید
انگریز دوستی اور وفاداری اتنی مسلّم ہو چکی ہو کہ وہ خود یہ کہہ دیں کہ میں خود وہابی ہوں اور وہابی ہونا جرم
ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ خود سرسید نے مصلحت اسی میں سمجھی ہو کہ دوسرے ایڈیشن سے چوتھا باب
دیں، لیکن یہ مصلحت کمزوری کی علامت ہے۔ اور ایک بے باک مورخ سے اس کی توقع نہیں کی جاتی۔

(اشخاص و افکار عنوان سرسید بحیثیت مؤرخ ص ۸۳ طبع دہلی)

"معمولی خوشامد اور تھوڑی سی وفاداری" کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ سرسید کی بصیرت، دوراندیشی و بیش بینی نے بھانپ لیا تھا کہ اب ہندوستان میں کمپنی بہادر کا راج قائم ہو کر رہے گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر صورت حال یہی ہے تو میر جعفر کی "مومنانہ فراست" کو کیا کہیں گے۔ جس نے سرسید سے ایک سو برس قبل اس حقیقت کو جان لیا تھا۔

ہائے رے بدقسمت میر جعفر اگر مرشد آباد میں کوئی کالج قائم کر دیتا تو آج ننگ دین، ننگ قوم اور ننگ وطن کی بجائے سر، خان بہادر یا شمس العلماء ہوتا جس طرح آج سرسید غدار کی بجائے مصلح، نجات دہندہ اور قومی نظریہ کے بانی ہیں۔ بہر حال اصل موضوع کی طرف پلٹتا ہوں۔

"۱۳ مئی ۱۸۵۷ء کو بجنور میں، میرٹھ کے واقعات کی خبر پہنچی اور یہاں بھی شورش کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ مجسٹریٹ ضلع شیکسپیر نے بہت سی احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ دو حفاظتی غول خاص طور سے قابل ذکر ہیں ایک محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور دوسرا سید احمد خان صدر امین کا۔ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء واقعات و شخصیات از محمد ایوب قادری ص ۱۵۳)

"نواب محمود خاں نے امروہہ اور مراد آباد وغیرہ میں بھی فوج کے دستے روانہ کئے۔ تاکہ تحریک آزادی کو تقویت پہنچے۔ مگر یہاں انگریزوں کے بعض وفادار سرسید اور رحمت خان وغیرہ برابر تحریک آزادی کے پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی مذموم کوششوں میں مصروف تھے۔ ان کی انگریز حکام سے خفیہ خط و کتابت تھی۔"

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از خورشید مصطفیٰ رضوی ص ۳۱۱-۳۱۲ طبع دہلی)

نواب محمود خاں نے ضلع کے انتظام کو بڑی قابلیت سے درست کیا، ہندو مسلمانوں کے تعلقات کی استواری و خوشگواری پر زور دیا۔ مندروں پر حفاظت کے لئے پہرے بٹھائے۔ مگر گورنمنٹ کا وفادار گروہ جس کے سرخیل سید احمد خان تھے۔ انگریزوں سے خفیہ خط و کتابت میں مصروف تھے۔ اور ان لوگوں نے خیر خواہی سرکار کے سلسلے میں ہندو چودہریوں کو نواب محمود خاں کے خلاف بغاوت پر ابھارا۔ یہی وہ فتنہ تھا جو آگے چل کر محمود خاں کی حکومت کے لئے سب سے بڑا خطرہ اور انگریزی حکومت کے دوبارہ قیام کا سبب بنا۔"

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از ایوب قادری ص ۱۵۴)

ہندو چودہریوں نے جو اندھیر نگری مچائی اس کا تفصیلی بیان تاریخ سرکشی ضلع بجنور میں ملتا ہے۔ ضلع بجنور میں ہندو چودہریوں نے اپنی گروہ بندی کی۔ اور احمد اللہ خان سے ۵ اگست ۱۸۵۷ء کو مقابلہ کر کے اسے شکست دی۔ اب تو چودہریوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔ ۶ اگست ۱۸۵۷ء کو بجنور پر چڑھ دوڑے نواب محمود خاں

سے مقابلہ ہوا۔ چودھری مضبوط پڑے۔ نواب محمود خاں نجیب آباد چلے گئے۔ شیر کوٹ سے احمد اللہ خاں نجیب آباد آئے۔ چودھریوں نے دفاتر اور عدالت جلادی۔ خزانہ اور اسباب لوٹ لیا۔ اور چودھریوں نے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ موضع سواہیڑی کے مسلمانوں کو لوٹ لیا۔ اور کئی مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ جاٹوں نے چتھاور کے معزز مسلمان اصغر علی کو مار ڈالا۔ اس کی ٹانگ میں رسی باندھ کر لاش کو گھسیٹا۔ چتھاور کی مسجد شہید کر دی۔

(سرکشی بجنور بحوالہ جنگ آزادی از ایوب قادری صہ ۱۵۵)

اسی صفحہ کے فٹ نوٹ میں "سرکشی" کے حوالے سے چودھریوں کی منادی کا ذکر ہے۔

"خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا حکم چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ بجنور والوں کا اور ہلدور کے چودھری صاحبوں کا"

سرسید کا انگریز حکام کا مسلسل رابطہ تھا۔ جب محمود خاں بجنور سے نجیب آباد چلا گیا تو انگریزوں نے ضلع کا انتظام سرسید گروپ کے حوالے کر دیا۔ انہی دنوں کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"جب ضلع ہمارے سپرد ہوا تو میری یہ رائے ہوئی تھی کہ پرانے الفاظ منادی کے یعنی "خلق خدا کی۔ ملک بادشاہ کا حکم کمپنی بہادر کا بولے جاویں اور بجائے ملک بادشاہ کے پکارا جائے کہ ملک وکٹوریہ شاہ لندن کا"

("تاریخ سرکشی ضلع بجنور از سرسید)

ایوب قادری مرحوم لکھتے ہیں کہ جب ضلع بجنور کا انتظام نواب محمود خاں نے سنبھالا تو گورنمنٹ انگریزی کے وفادار سید احمد خاں، تراب علی خاں اور پنڈت رادھا کرشن نے انتظامات میں روڑے اٹکائے۔ مال گذاری کی وصولی میں مخل ہوئے" (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صہ ۱۵۳) جب نواب محمود خاں نے دوبارہ یلغار کر کے بجنور سے چودھریوں کو نکال دیا تو "گورنمنٹ انگریزی کے وفادار سید احمد خاں وغیرہ نے تمام خط و کتابت کا ریکارڈ ضائع کر دیا کہ مبادا کہیں انقلابیوں کے ہاتھ لگ جائے۔ اور بجنور سے سید احمد خاں وغیرہ ہلدور چلے گئے۔

بدھ سنگھ چودھری بھی ہلدور پہنچ کر ان لوگوں سے مل گیا" (سرکشی بجنور صہ ۹۹)

سرسید اعتراف کرتا ہے کہ "محمد (صدرامین) نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کنوئیں میں ڈال دیا" (سرکشی صہ ۱۱)

"مولوی منیر خاں نے مجھ سے درباب جہاد گفتگو کی میں نے اس سے کہا کہ شرع کے بموجب جہاد نہیں ہے" (سرکشی صہ ۳۹)

محمد نصیر الدین ہاشمی مصنف "دکنی کلچر" اپنی کتاب کے صہ ۱۵۷ پر سرسید احمد خاں کی تقریر کا ایک ٹکڑہ نقل کرتے ہیں جو کچھ یوں ہے کہ "ہندوستان میں ہم نے اپنے ملک کی بھلائی کے واسطے انگلش حکومت قائم کی ہندوستان میں ہم اور وہ

مثل قینچی کے دو پلڑوں کے شریک تھے ۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس نے زیادہ کام کیا ہے ۔“

جب پوری قوم تحریک آزادی میں شکست کھانے کے بعد زخموں سے چُور اور بے حال تھی تو سر سید احمد خاں یوں نمک پاشی کرتے ہیں :-

” تم نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کیا ۔ اس کا وبال تم پر پڑا ۔ اور چند روز تغیر عملداری کر کے تم کو مزہ چکھا دیا ۔ حکمت الٰہی اس میں یہ تھی کہ تم اب ہماری سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانو اور اسی کے سایہ حمایت کو اپنے سر پر ظل ہما سے بہتر سمجھ کر خدا کا شکر ادا کرتے رہو ۔“ (تاریخ سرکشی ضلع بجنور)

آخر میں ایڈورڈ ٹھامسن کی کتاب ” انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ “ ترجمہ شیخ حسام الدین صفحہ ۹ سے مندرجہ بالا پیرا نقل کرنے کو جی چاہتا ہے ۔

” آج سے سو سال بعد یقیناً ایک ایسا دن آئے گا جب کہ غدر کے متعلق تمام واقعات اور ہندوستانی روایات کا سختی سے احتساب کیا جائے گا ۔ اور اس پر تعصب یا پروپیگنڈے کی حیثیت سے نہیں بلکہ خالص تاریخی اعتبار سے نظر ڈالی جائے گی ۔ جس کے بعد وہ ایک مستند صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے گا ۔ یقیناً غلامانہ زندگی کی یہ ایک نہایت ہی خوفناک کہانی ہوگی ۔“ (علی ارشد ۔ فیصل آباد)

ولی خان اور قادیانیت پاکستان کے سیاست دانوں میں خان عبدالولی خان پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے کھلم کھلا قادیانیوں کی حمایت میں اعلان کر دیا ہے ۔ وہ بار بار فخریہ انداز میں کہتے ہیں کہ انہوں نے بھٹو صاحب کے زمانہ میں اسمبلی میں پیش کردہ اس بل کی مخالفت کی تھی جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا ۔ انہوں نے کہا کہ میرے ہی اصرار پر احمدی فرقہ کے سربراہ کو پارلیمنٹ میں اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقعہ دیا گیا لیکن اس کے باوجود احمدی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ۔ ہم اس وقت بھی اس کے مخالف تھے اور اب بھی مخالف ہیں کیونکہ ہم سیکولرازم کے سختی سے قائل ہیں ۔“ (روزنامہ مشرق ۲۱ جولائی ۱۹۸۶ء)

خان عبدالولی خان زیرک سیاست دان ہیں ۔ اس لئے ان کے بیانات کو سرسری طور پر دیکھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے ۔ یہ بات قابل غور ہے کہ قادیانیوں کے حق میں یہ بیان انہوں نے روسی سفیر سے ملاقات کرنے کے بعد دیا ہے اور ایسے موقعہ پر دیا ہے کہ اس کی پارٹی کا ایک رہنما روس کے دورہ پر ہے ۔ پس عین ممکن ہے کہ روسی سامراج نے قادیانیوں کے ساتھ سازباز کی ہو اور پرانے ساتھیوں کو ان کے ساتھ دوستی کرنے کا اشارہ دیا ہو اس بیان کا اس پہلو سے بھی ہم نے جائزہ لینا ہے کہ ولی خان اور قادیانیوں میں قدر مشترک کیا ہے ؟

میرے خیال میں ولی خان کی آنکھ میں آج کل سب سے زیادہ کھٹکنے والی چیز جہاد افغانستان ہے اپنی ہی

قوم افغانیوں کی مدد سے ہاتھ کھینچ کر اس کے نیشنلزم کا بھانڈا پھوٹ پڑا ہے۔ ایسے بظاہر قوم پرست اور درپردہ روس پرست کے لئے ایک ایسے فتویٰ کی ضرورت ہے جو جہاد کے خلاف ہو۔ یہ فتویٰ کسی مسلمان سے تو اسے مل نہیں سکتا اس لئے اب وہ اس کافر لعین کو مسلمان بنانے کے درپے ہیں جس نے ان الفاظ میں جہاد کے خلاف دیا تھا۔

"میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ میرے ارادتمندوں کی تعداد جتنی بھی بڑھتی جائے ان میں قائلین جہاد کی تعداد کم ہی ہوگی اس لئے مجھے مسیح و مہدی تسلیم کرنے کا مطلب ہی ترک جہاد ہے" (تبلیغ الرسالت ص۱۷)

سیف و عصا سے ایمان کو دل میں داخل نہیں کیا جاتا یہ دیکھئے صحیح بخاری میں بڑی واضح حدیث ہے جس میں مسیح موعود کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ کہ یضع الحرب یعنی اس کی غرض بعثت ہی قتال کا خاتمہ ہے (تریاق القلوب ص۱۷)

ولی خان افغانستان پر روسی قبضہ کا حامی ہے۔ اور ہر اس حاکم کی اطاعت لازمی سمجھتا ہے جو روسیوں کی طرف سے افغانیوں کی گردنوں پر سوار ہو جائے۔ مرزا صاحب کے مذہب میں ایسا کرنا بالکل درست ہے۔ لکھتے ہیں

"کسی مومن مرد و عورت کے لئے ایسے بادشاہ کی نافرمانی درست نہیں جو اس کے اہل و عیال کی حفاظت کرتا اور اس کی ناموس و مال کو بچاتا ہو۔ احسان پیشہ ہو، غم کو دور کرتا اور حسن سلوک سے پیش آتا ہو" (التبلیغ ص۴۲)

ولی خان افغان مسلمانوں کو تسلی دیتے ہیں کہ روس کی کافر حکومت مذہب پر پابندی نہیں لگائے گی۔ مسجدیں نہیں ڈھائے گی۔ نماز، اذان اور تلاوت کی مکمل آزادی ہوگی۔ لیکن وہ بیچارہ نہیں سمجھتا کہ اسلام نماز، روزہ، اذان اور تلاوت کے ساتھ حریت کا درس بھی دیتا ہے۔ اسلام اپنے صحیح پیروکاروں کو اتنا غیرت مند بناتا ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی غیروں کی حکمرانی برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلام کے بارے میں ان کے خیالات اور مرزا صاحب کے خیالات میں زبردست ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب کافر سامراج کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بتائیے آج کفار میں سے کون ہے جو دین اسلام میں مزاحمت کرنے کے لئے تلوار اٹھاتا ہو؟ دینی امور کے سرانجام دینے سے آج کون روکتا ہے۔ مسجدوں میں اذان کہنے سے کون مانع ہے۔ فرض کیجئے اگر ایسے پرامن عصر و عہد میں مسیح موعود پیدا ہو جاتے اور اس امن کی ناقدری کرتے ہوئے وہ بلاوجہ تلوار اٹھاتے تو میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ایسا شخص کذاب و مفتری ہوگا اور ہرگز سچا مسیح نہیں ہوگا۔ (تریاق القلوب ص۱۶)

(ذرا سوچئے کہ انگریزی دور بدامنی کو کس طرح امن کا عصر عہد کہا جاتا ہے۔ اور افغانستان میں روسی دستوں کی حفاظت میں چلنے پھرنے والا واپس آکر کس ڈھٹائی کے ساتھ کہتا ہے کہ میں نے افغانستان میں ایک گولی چلنے کی آواز بھی نہیں سنی۔ سمیع، بکم، عمی)

یہ تو ہے ان میں نظریاتی قدر مشترک۔ ایک دوسری وجہ سے بھی یہ دونوں ایک دوسرے کے نزدیک ہو سکتے ہیں یہ کہ دونوں کے آباؤ اجداد جاگیردار تھے۔ مرزا صاحب رقمطراز ہیں:۔

" رنجیت سنگھ کی حکومت کے آخری ایام میں میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے اور انہیں پانچ گاؤں واپس ملے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گذاری میں پچاس گھوڑے مع پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دئے تھے"۔ (ازالہ اوہام ص ۵۳)

ولی خان نے تو اس قسم کا اعتراف نہیں کیا ہے البتہ ہندوستان ٹائمز یکم جنوری ۱۹۸۶ء نے یہ انکشاف کیا ہے کہ "خان عبدالغفار خان ۱۸۹۰ء میں تحصیل چارسدہ ضلع پشاور کے اتمان زئی گاؤں میں پیدا ہوئے ان کے دادا بہرام خان اس گاؤں کے نمبردار تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حریت طلب ہندوستان کے خلاف انگریزوں کو مدد دی۔ اور اس مدد کے بدلے انگریزوں نے بھاری جاگیر دی"۔

آخر میں ہم ولی خان سے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ اپنے سادہ دل پیروکاروں کے جذبات کا خیال رکھیں اور قادیانیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے عظیم محسن سردار داؤد اور اس کے معصوم بچوں کے سفاکانہ قتل پر خوشی کے شادیانے بجاتا ہے۔ اور اپنے منہ بولا چچا کے قاتل کے گلے میں خوشی کے اظہار کے طور پر ہار پہناتا ہے۔ اور اس قاتل کو نجات دہندہ کہہ کر خوش آمدید کہتا ہے اور جب یہی نجات دہندہ ہلاک ہو جاتا ہے تو پھر تحقیر کے طور پر اسے گڈریا کہتا ہے۔ اور اب اس کے قاتل حفیظ اللہ امین سے دوستی استوار ہوتی ہے۔ اور اب اس کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے جاتے ہیں لیکن جب وہ بھی افسوسناک اور شرمناک انجام سے دوچار ہوتا ہے تو اسے امریکہ کا ایجنٹ کہا جاتا اور اس کا قاتل ببرک اس کی آنکھ کا تارا بن جاتا ہے۔ ببرک ولی بھائی بھائی کے نعرے سن کر خوشی سے پھولے نہ سماتے والا اب ببرک کارمل کا نام سن کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔ اس کے ہاں ببرک کارمل نام ذلت کی نشانی ہے۔ اس کردار کا آدمی کسی کا دوست نہیں ہو سکتا۔

(ابو عمار قریشی)

مرتبہ ۔ ماسٹر محمد عمر، خان گڑھ

مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات

حقیقت تصوّف | فرمایا ۔ فقیر کے نزدیک طریق صوفیا حقیقت میں علوم شریعت کا خادم ہے ۔ وہ کہ شریعت کے مخالف نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقیہہ کے ادا کرنے میں آسانی ہو جائے ۔ اور وہ مشکل دور ہو جائے ۔ جو نفس کی آمادگی سے پیدا ہوتی ہے ۔ اس لئے طریق صوفیا حقیقت میں علوم شریعت کا خادم ہے ۔

(جلد نمبر ۲)

کشف شہود ۔ الہام خوارق عادات کرامات | فرمایا ۔ جو کچھ اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب وسنّت ہے ۔ جو وحی قطعی سے مقرر ہے ۔ علماء کا اجتماع واجتہاد ۔ مجتہدین بھی انہی دو اصولوں پر مبنی ہے ۔ ان کے علاوہ جو کچھ ہو خواہ صوفیا کے معارف ہوں یا ان کے کشف والہام ۔ اگر ان اصولوں پر ہوں تو مقبول ہیں وگرنہ مردود ہیں ۔

خوارق عادات وکرامات کا بکثرت ہونا کسی ولی کی فضیلت پر دلیل نہیں ۔ ممکن ہے کوئی شخص جس سے کوئی خرق عادت وکرامت ظہور پذیر نہ ہوئی ہو وہ اس شیخ سے افضل ہو جس سے اکثر کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہو بعض اولیاء اللہ جن سے کرامات وخوارق عادات ظاہر ہوئیں وہ آخر دم تک ان کے ظہور سے نادم ہوئے اور اکثر افسوس کرتے رہے کہ کاش ہم سے اس بات کا ظہور نہ ہوتا ۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے خوارق عادات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں ۔ ولی اور غیر ولی میں کیسے پہچان ہوگی اور سچے کو کھوٹے سے کیسے علیحدہ کیا جائے گا ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمیز نہ ہونہ سہی ۔ حق کا باطل کے ساتھ ملا رہنا اس جہاں کے لوازم سے ہے ۔ اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری ہے ۔ ہاں نبی کو اپنی نبوت کا علم ہوتا اور خوارق عادات ہونا ضروری ہے ۔ مگر نبی کا معجزہ بھی نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا نبی تو اپنی شرع کے مطابق عمل کرتا ہے ۔ جب ولی کو اپنے نبی کی شریعت کی متابعت کرنا ضروری ہے ۔ اس کے لئے خوارق عادات ہونا ضروری نہیں ۔ اس کے علاوہ مرید رشید اور طالب صادق مستعد ہمت عالی اپنے شیخ کے ہر معاملات سے خوارق وکرامات محسوس کرتا ہے ۔

اولیاء اللہ نے جسمانی زندگی سے منہ پھیر کر روحانی زندگی کی طرف قدم بڑھایا اس لئے بھی لوگ زمین کا

امن اور غنیمت روزگار ہیں انہی کے طفیل لوگوں پر بارش ہوتی ہے۔ انہی کے طفیل مخلوق کو رزق ملتا ہے۔ بہم یرزقون و بہم یمطرون۔ ان کی نظر شفا ہے یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں۔ اور ان کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہوتا۔ جس کی صحبت سے حق تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہوجائے وہ شخص سچا ہے اور درجات کے فرق کے مطابق وہ اولیاء اللہ میں شمار ہے۔

پابندیِ نماز نماز پنج وقتی باجماعت ادا کریں اور زکوٰۃ رغبت سے ادا کریں۔ جوانی میں معمولی سا نیک عمل بھی بڑا اہم ہوتا ہے۔ کل بڑھاپے میں حواس اور قوتیں سست ہو جائیں گی جمعیت قلب کے اسباب پراگندہ ہو جائیں گے۔ تو سوائے حسرت و یاس اور ندامت و پریشانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کل تک حق تعالیٰ مہلت ہی نہ دیں اور ندامت و پشیمانی کا موقع جو ایک طرح کی توبہ ہے وہ بھی نصیب نہ ہو۔

فرائض کی تاکید جن اعمال سے خداوند تعالیٰ سبحانہ کا قرب حاصل ہوتا ہے وہ فرائض ہیں۔ فرائض کے مقابلے میں نوافل کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرضوں کے مقررہ وقتوں میں سے وقت پر ایک فرض کا بجالانا ہزار سال کے نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ نوافل خالص نیت کے ساتھ ادا کئے جائیں۔ اور خواہ ان نوافل کا تعلق نماز، زکوٰۃ، روزہ اور ذکر یا اس کی مانند دوسری عبادات ہوں۔ بلکہ فرض ادا کرتے وقت سنتوں میں سے کسی سنت کا اور مستحب میں سے کسی مستحب کا بجالانا بھی کیوں نہ ہو۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی آپ نے نماز کے بعد جماعت پر نگاہ ڈالی۔ اس وقت ایک صحابی کو موجود نہ پایا۔ پوچھا فلاں شخص جماعت میں کیوں حاضر نہ ہوئے۔ حاضرین حضرت نے عرض کی کہ وہ اکثر شب بیدار رہتے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا ہو گا۔

آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز باجماعت پڑھ لیتا تو یہ اس کے لئے ہزار درجے افضل ہوتا۔

ایک دانگ (چھوٹی) سونے کا فریضہ زکوٰۃ کے حساب میں دینا، مرتبہ میں سونے کے پہاڑ جتنی مقدار نفلی خیرات دینے سے افضل ہے۔ اور اس کے ایک دانگ کے دیتے وقت کسی شرعی مستحب اور ادب کا بجالانا مثلاً کسی قریبی محتاج کو دینا بھی مرتبے میں نفلی خیرات کا ہزار روپیہ خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

عمل کا وقت ضائع نہ کریں عمل کا وقت گزرتا جارہا ہے اور ہر لمحہ جو گزرتا ہے وہ عمر کو گھٹاتا ہے اور موت کی مقررہ گھڑی کو قریب لاتا ہے۔ اگر آج خبردار نہ ہوئے تو کل مرنے کے بعد حسرت و ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور گزرا ہوا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ اس لئے احتیاط کرنی چاہئے کہ اس زندگی کے چند روز شریعت مطہرہ کے مطابق گزر جائیں تاکہ نجات کی امید کی جاسکے۔ یہ وقت عمل کرنے کا ہے اور جنت وقت

کا وقت آئندہ آنے والی زندگی میں ہے۔ اور اس جہاں میں کئے ہوئے نیک اعمال کا ثمرہ ہے۔ اس جہاں میں فصل کے وقت کو عیش و عشرت میں گنوا دینا ایسا ہے جیسے کہ کوئی اپنی کھیتی کو پکنے سے پہلے کھا جائے۔ اور فصل کاٹنے کے موسم میں اس کے پختہ پھل سے محروم رہے۔

ضرورت معاش کے بقدر دنیا کے ساتھ تعلق رکھنا چاہئے اور باقی سارا وقت آخرت میں کام آنے والے اعمال بنانے میں صرف کرنا چاہئے۔ حاصل کلام یہ کہ دل ماسوا اللہ تعالیٰ کی گرفتاری سے آزاد ہو اور یاد خدا میں ہمہ وقت مصروف رہے۔ فراغت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ ساری عمر بے فائدہ کاموں میں نہ گنوائی جائے۔ اور اپنی ساری زندگی مرضیات مولیٰ میں صرف کر دینی چاہئے۔

ذکر اللہ کا طریقہ | بائیں جانب گوشت کا لوتھڑہ قلب حقیقی کے لئے حجرہ سا ہے اسم مبارک اللہ کو اس قلب پر وارد کرنا ہے اور ہمہ تن قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں حاضر ناظر محض ذات حق تعالیٰ کو سمجھیں

اتباع سنت کی تاکید | اگر کوئی بات سنت اور بدعت کے درمیان پڑتی ہے تو سنت سمجھ کر اسے پورا کرنے کی نسبت اسے بدعت سمجھ کر ترک کر دینا بہتر ہے۔ بدعت میں ضرر کا احتمال ہے۔ اور سنت میں نفع کی امید۔ اسی لئے ضرر کے احتمال کو نفع کی امید پر ترجیح دے کر بدعت کو ترک کر دینا ضروری ہے۔

آداب شیخ کی تاکید | پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف راہنمائی کرے یہ بات طریقت کی تعلیم میں زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ شیخ شریعت کی تعلیم کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی اس لئے پیر کے آداب کی رعایت از حد ضروری ہے۔ اس طریق میں اصل مقصد اور ریاضات و مجاہدات کا مدعا احکام شرعی کی بجاآوری اور سنت کی متابعت میں تاکہ نفس امارہ کی خواہشات دور ہوں۔ احکام شرعی کی بجاآوری نفس پر سب باتوں سے زیادہ دشوار ہے سنت کی تقلید کے علاوہ اور ریاضتیں معتبر نہیں۔ اس لئے شیخ کی توجہ و تصرف کے بغیر کام نہیں بنتا۔ اور صحبت شیخ کی توجہ و تصرف قوی ہوتی ہے۔ ان کی صحبت میں افادہ زیادہ تر خاموشی سے اہل حق کی بات یہ ہے کہ انہوں نے انوار نبوت سے نور لیا ہے۔ ان کی صحبت میں یہی تصور کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بواسطہ قلب اقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے شیخ کے قلب کے واسطے سے میرے قلب میں پڑ رہی ہے

فرائض کی تاکید | فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہونا لایعنی ہیں تمہارے اپنے حالات کی تفتیش کرنی چاہئے کہ ہم فرائض میں مشغول ہوں یا نوافل میں۔ مثلاً ایک نفلی حج کے لئے اتنے ممنوعات کا مرتکب نہیں ہوا جانا چاہئے۔ ذکر الٰہی میں مشغولیت خدا سے رو گردانی سے بچاتی ہے حج جیسی عبادات ہی کیوں نہ ہو۔ حج کے لئے استطاعت شرط اول ہے اس کے بغیر تضیع اوقات ہے۔ ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری کام میں مشغول ہونا لایعنی میں پھنسنا ہے۔

شاہ بلیغ الدین

بڑا بھائی

بھٹیارن نے کہا ــــ میں تو تمہاری صورت دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھی کہ تم مولوی اسمٰعیل کے بھائی نہیں ہوسکتے۔
مولوی موسیٰ بھٹیارن کی یہ بات سن کر پانی پانی ہو گئے۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ مولوی اسمٰعیل سے مراد امیر المجاہدین شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے سید احمد شہید کے خلیفہ۔ تحریک جہاد میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آٹھ برس کی عمر میں کلام اللہ کے حافظ ہو گئے تھے۔ قلبی قوت، دینی جرأت اور مذہبی حمیت کے ساتھ ساتھ ان میں علمی پختگی ایسی تھی کہ ایک دنیا ان کا لوہا مانتی تھی۔ بہترین گھڑ سوار۔ اعلیٰ درجے کے نشانہ باز اور کشتی میں ماہر تھے۔ تحریر و تقریر دونوں پر قدرت کاملہ تھی۔ سر سید نے آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ ــــ لوگ ان کا وعظ سننے اس کثرت سے آتے تھے جیسے عید الفطر اور بقر عید کا موقعہ ہو۔ تقویت الایمان اور منصب امامت ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ صراطِ مستقیم کے پہلے حصے میں انہوں نے مرشد سید احمد شہید صاحب کے ملفوظات جمع کر دیئے ہیں۔
مولوی موسیٰ رشتے میں شاہ اسمٰعیل شہید کے تایازاد بھائی تھے۔ عمر میں بڑے رنگ بہت دبتا ہوا تھا بلکہ کالے تھے۔ شاہ صاحب کی رنگت ماشاء اللہ بہت صاف تھی۔
شاہ اسمٰعیل شہید اپنی زمینات کی دیکھ بھال اور رقم کی وصولی کے لئے خود جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑے تو تایا شاہ رفیع الدین صاحب نے اپنے بڑے بیٹے مولوی موسیٰ سے کہا کہ ــــ اسماعیل کے پاس جاؤ اور ان سے ساری باتیں پوچھ لو کہ کہاں جانا، کہاں ٹھہرنا اور کس سے ملنا پڑتا ہے۔ ورنہ پہلی مرتبہ زمین پر جا رہے ہو کسی مشکل میں نہ پڑ جاؤ۔
مولوی موسیٰ حکم کے مطابق شاہ اسمٰعیل شہید کے پاس پہنچے انہیں ایک ایک بات سمجھا کر شاہ صاحب نے کہا ــــ میں آتے جاتے غازی آباد میں فلاں بھٹیارن کی سرائے میں ٹھہرتا ہوں۔ یہ خرچہ ہوتا ہے تم بھی اتنا ہی دینا۔ وہیں ٹھہرنا اور اسے بتا دینا کہ میرے بھائی ہو۔
مولوی موسیٰ سفر پر نکلے۔ غازی آباد پہنچے تو بھائی کی بتائی ہوئی سرائے میں آکر ٹھہرے۔ بھٹیارن آئی تو یہ بھی کہہ دیا کہ ــــ میں اسماعیل کا بڑا بھائی ہوں۔ اُس نے ان کی بڑی خاطر تواضع کی اور چونکہ شاہ صاحب کے معمولات جانتی تھی اس لئے رات کا کھانا کھلا کر سونے سے پہلے اس نے ایک چٹائی، ایک جانماز اور پانی کے دو لوٹے لاکر

مولوی موسیٰ کی چارپائی کے نیچے رکھ دئے۔ انہوں نے کہا ــــ نہیں ان کی ضرورت نہیں! میں صبح کی اذان سے پہلے اٹھ جاتا ہوں۔ مسجد جاؤں گا۔ وہیں وضو کروں گا اور نماز بھی وہیں پڑھوں گا۔

بڑھیا بھٹیارن بڑی منہ پھٹ تھی پہلے تو غور سے انہیں دیکھا پھر وہ چیں بہ جبیں ہو کر بولی ــــ تم شاہ اسمٰعیل کے بھائی ہو نہیں سکتے۔

شک کی وجوہات دو تھیں۔ ایک یہ کہ ان کا رنگ کالا تھا۔ دوسری بات یہ کہ شاہ اسمٰعیل بھی نماز صبح مسجد میں جا کر پڑھتے تھے لیکن رات سوتے نہ رہتے تھے بلکہ ایک نیند لے کر اٹھ بیٹھتے پھر تہجد، تلاوت اور ذکر میں لگے رہتے حتیٰ کہ صبح کی جماعت میں جا ملتے۔

مولوی موسیٰ نے پوچھا ــــ کیوں؟ کیا وجہ ہے کہ تم مجھے اسمٰعیل کا بھائی نہیں سمجھتیں۔ وہ بولی ــــ آپ کہتے ہیں کہ پانی اور جانماز کی ضرورت نہیں۔ اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ ان کے بڑے بھائی ہیں اگر آپ ان کے بڑے بھائی ہیں تو آپ کو عبادت میں بھی ان سے بڑا ہونا چاہئے۔ لیکن افسوس کہ آپ تو کچھ بھی نہ نکلے۔ مولوی موسیٰ شرمندگی کے مارے کچھ بول نہ سکے۔

ایک بار کسی نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ ــــ لوگ کہتے ہیں آپ رات بھر جاگ کر عبادت کرتے ہیں! انہوں نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ اس کے بعد سے رات بھر جاگنے لگے سچ ہے ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

حکومت پاکستان

ڈائرکٹوریٹ آف ٹریننگ

وزارت سائنس و ٹیکنالوجی

ن: غیر ملکی یونیورسٹیوں میں پی ایچ ڈی کے لئے سال ۸۷-۱۹۸۶ کے ایس اینڈ ٹی وظائف کا اعلان

ذہین اور مستحق پاکستانی سائنسدانوں، ڈاکٹروں اور انجنیروں سے، ایس اینڈ ٹی وظائف کے لئے، رت یافتہ غیر ملکی اداروں میں، اعلیٰ ٹیکنالوجی کے میدان میں پی ایچ ڈی کرنے کے لئے، مندرجہ میوں میں، درخواستیں مطلوب ہیں:-

ر اینڈ فائبر آپٹکس - ۲- کمپیوٹرز (کمپیوٹر انجنیرنگ/سی اے ڈی/سی اے ایم/سی اے ای) پیس سائنسز ۴- آٹومیشن اینڈ روبوٹکس ۵- میٹلرجی/میٹریل سائنس ۶- رینول انرجی ل ٹیکنالوجی (کول اینڈ گیس انجنیرنگ) ۸- پولی مرز اینڈ سرامکس ۹- پٹرولیم انجنیرنگ ۱۰- نیوکلیئر نسز ۱۱- جینیٹک انجنیرنگ اینڈ بائیوٹیکنالوجی ۱۲- اوشن گرافی (فزیکل، جیولاجیکل، بایولاجیکل اینڈ اوشن انجنیرنگ) ۱۳- اونکالوجی ۱۴- مائیکرو بیالوجی ۱۵- میٹریالوجی ۱۶- انوائرمنٹل س ۱۷- ہائیڈرالوجی ۱۸- انڈسٹریل انجنیرنگ اینڈ ڈیزائن

اہلیت - جو امیدوار مندرجہ ذیل شرائط پر پورا اترتے ہوں، وہ درخواست دے سکتے ہیں

امیدوار کے پاس ایم ایس سی/بی ای/بی ایس سی (انجنیرنگ)/ایم بی بی ایس کی کسی پاکستانی لکی مستند یونیورسٹی کی ڈگری ہونی چاہیئے جو کہ گذشتہ پانچ سالوں کے دوران حاصل کی گئی ہو۔ متوقع امیدوار کا تعلیمی ریکارڈ اچھا ہونا لازمی ہے اور اس میں کم از کم دو فرسٹ ڈویژن ہونے چاہئیں۔

متوقع امیدوار میڈیکل فٹ ہونا چاہیئے اور اس کی عمر ۲۶ سال سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔

عمر کی حد میں ان امیدواروں کے لئے ۳۰ سال تک نرمی کی جاسکتی ہے جن کے پاس ان کے مجوزہ شعبوں میں تدریسی/ریسرچ/پیشہ ورانہ تجربہ ہو۔

نوٹ (i) ان امیدواروں کو درخواست دینے کی ضرورت نہیں جن کے ایک سے زیادہ تھرڈ ڈویژن

ii) جو امیدوار ملازمت کر رہے ہیں وہ پراپر چینل کے ذریعے درخواست دیں۔ ان کی ایڈوانس درخواست بھی قابل قبول ہوگا لیکن وظیفہ ایوارڈ کے لئے انتخاب اسکے پراپر چینل کے ذریعے درخواست وصول کرنے پر غور کیا جائیگا۔

iii) جن امیدواروں کو غیر متعلقہ فیلڈ میں تجربہ کے بنیاد عمر کے معاملے میں نرمی سے نوازا گیا ہے وہ ان کے مجوزہ شعبہ سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے نا اہل نہ ہونگے۔

iv) وہ امیدوار جن کے آخری نتائج ابھی واضح نہیں ہوئے ہیں، وہ بھی ایوارڈ کے اہل نہیں ہونگے۔

v) جو امیدوار بیرون ملک پڑھ رہے ہیں وہ بھی درخواست دے سکتے ہیں لیکن انہیں مطلوبہ چناؤ کے عمل سے گذرنا ہوگا، جو کہ ٹسٹ اور انٹرویو پر مشتمل ہے اور جو صرف پاکستان میں لیا جائیگا۔

vi) علاقائی نمائندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے، انتخاب کھلے مقابلہ کے ذریعہ کیا جائیگا۔

vii) منتخب امیدوار ایک بانڈ پر دستخط کرینگے کہ وہ اپنی غیر ملکی مطالعہ کے بعد پانچ سال تک حکومت پاکستان کی ملازمت کرینگے۔

viii)۔ منتخب امیدوار لازمی طور ایک چھ ہفتے کی ٹریننگ پروگرام میں شامل ہونگے، جسکا اہتمام وزارت سائنس اور ٹیکنالوجی کرے گی۔

ج) درخواست فارم (بلاقیمت) دستیاب ہیں۔ پی سی ایس آئی آر، ہیڈ آفس، شاہراہ اتاترک کراچی پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز فیروز پور روڈ لاہور، پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز، یونیورسٹی روڈ، پشاور، اور پی اے ایس آئی سی، ڈیپارٹمنٹ آف فزکس، یونیورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ سے۔

اس کے علاوہ، یہ فارم ڈائرکٹوریٹ آف ٹریننگ، ہاؤس نمبر ۲۹ ہ، سٹریٹ ۳/۶/F-۲ اسلام آباد سے دو روپے چالیس پیسے ٹکٹ والے خود وصول کرنے والے لفافے بھیجنے پر حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

د) تحریری ٹسٹ اور انٹرویو اسلام آباد، لاہور، کراچی، پشاور اور کوئٹہ میں لئے جائینگے، جس کے لئے کسی کو بھی ٹی اے ڈی اے نہیں دیا جائیگا۔

ہ) ہر لحاظ سے مکمل درخواستیں، ڈائرکٹر ٹریننگ، وزارت سائنس و ٹیکنالوجی، ہاؤس نمبر ۲۹ ہ، سٹریٹ 3/6/F-2 اسلام آباد کو ۳۱ اگست ۱۹۸۶ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

دستخط: ڈاکٹر طارق الرحمان

ڈائرکٹر ٹریننگ، وزارت سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد

(PID) Adv. No 439/ 86

مطبوعات مؤتمر المصنفین

دعوات حق
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین وشریعت

اخلاق ومعاشرت علم وعمل عروج وزوال نبوت ورسالت شریعت و طریقت ہر پہلو پر حاوی کتاب صفحات ۶۷۵ ، بہترین ڈائی دار جلد، قیمت -/۴۵ روپے ——— جلد دوم -/۳۰ روپے

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ
قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے دینی وملی مسائل پر

قراردادیں، مباحث، تقاریر اور قراردادوں پر ارکان کا ردعمل، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مدلل اور مستند داستان، ایک سیاسی و آئینی دستاویز، ایک اعمالنامہ جس سے وکلاء سیاستدان، علماء اور سیاسی کارکن بے نیاز نہیں ہو سکتیں صفحات ۴۰۰ ، قیمت پندرہ روپے۔

عبادات وعبدیت
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اسکے آداب، عبادات

کی حکمتیں اور اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت ومحبوبیت اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتاب۔ صفحات ۸۸ ، قیمت -/۳ روپے

مسئلہ خلافت وشہادت
مسئلہ خلافت وشہادت حسین، تعدیل صحابہؓ وغیرہ پر شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق کی مبسوط تقریر مولانا سمیع الحق کی تعلیقات وحواشی کے ساتھ صفحات ۱۰۴ قیمت -/۳ روپے۔

اسلام اور عصر حاضر
از مولانا سمیع الحق مدیر الحق عصر حاضر کے تمدنی معاشی، اخلاقی،

سائنسی، آئینی تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا موقف، عصر حاضر کے علمی ودینی فتنوں اور فرق باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ پیش لفظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ صفحات ۴۴۰ جلد سنہری ڈائی دار قیمت -/۲۴

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق
از مولانا سمیع الحق مدیر الحق تعمیر اخلاق، اصلاح معاشرہ۔

تطہیر نفس میں قرآن حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرز عمل، عبادات کا اخلاقی پہلو۔ قیمت -/۲ روپے۔

الحاوی علی مشکلات الطحاوی
شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوری شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان

کاملپوریؒ اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور وفکر کا نتیجہ طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل۔ قیمت بارہ روپے۔

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (عربی)
از قلم حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب مدرس ومفتی دارالعلوم حقانیہ۔

بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امالی اکابر سے زیر بحث مسئلہ پر مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح جلد اول صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی (عربی)
از مولانا محمد حسن جان صاحب استاذ دارالعلوم حقانیہ — بخاری شریف کی کتاب الجہاد والمغازی

اور حدیث وصیۃ زبیرؓ کے متعلق تحقیقی مباحث۔ قیمت چار روپے۔

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں
شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی غیر مطبوعہ مبسوط تقریر

انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ مرتبہ مولانا سمیع الحق

قیمت ایک روپیہ۔

ارشادات حکیم الاسلام
از علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حکیمانہ اور عارفانہ تقریریں۔ قیمت -/۵۰ روپیہ۔

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ پاکستان

REGD-NO.P-90